شوال ۱۴۳۰ھ اکتوبر ۲۰۰۹ء

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور امام ابن شہاب الزہری

سیدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ

مکتبۃ الحدیث

حضرو، اٹک: پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 6 | شوال ۱۴۳۰ھ اکتوبر ۲۰۰۹ء | شمارہ: 10

قیمت
فی شمارہ : 20 روپے
سالانہ : 200 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
250 روپے

خط کتابت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

ناشر
حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقام اشاعت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ
0302-5756937

اس شمارے میں

موجودہ حالات صحیح حدیث کی روشنی میں

مشہور تابعی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس تھا، پھر ایک نوجوان نے اُن سے عمامہ (پگڑی) لٹکانے کے بارے میں پوچھا تو ابن عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

ان شاء اللہ تعالیٰ میں تجھے علم کے ساتھ جواب دوں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ہم دس (افراد): ابوبکر، عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، حذیفہ، ابن عوف، ابوسعید الخدری (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں) موجود تھے کہ ایک انصاری نوجوان نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور بیٹھ گیا پھر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مومنوں میں افضل کون ہے؟

آپ نے فرمایا: جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔ اس (نوجوان) نے کہا: مومنوں میں سب سے زیادہ سمجھدار کون ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اور موت آنے سے پہلے سب سے زیادہ اُس کی تیاری کرتا ہے، یہی لوگ سمجھدار (عقل مند) ہیں۔

پھر وہ نوجوان خاموش ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی طرف رُخ کر کے فرمایا: اے جماعت مہاجرین! اگر تم پانچ چیزوں کے ساتھ آزمائے گئے اور یہ چیزیں تمھارے درمیان واقع ہو گئیں (تو) میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں (کہ یہ چیزیں تمھارے درمیان پائی جائیں):

☆ جس قوم میں بھی فحاشی ظاہر ہوگی، پھر وہ اسے (علانیہ) کریں گے تو اس قوم میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جائیں گی، جو اُن کے آباء واجداد میں نہیں تھیں۔

☆ جو لوگ ماپ تول میں کمی کریں گے تو اُنھیں قحط سالی، رزق کی تنگی اور حکمرانوں کے ظلم کے ساتھ پکڑ لیا جائے گا۔

☆ اور جو لوگ زکوۃ نہیں دیں گے تو آسمان سے بارش کے قطروں کو روک لیا جائے گا اور اگر جانور نہ ہوتے تو بارش ہی نہ ہوتی۔

☆ اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ معاہدہ توڑ دیں گے (یعنی لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ پر عمل نہیں کریں گے) تو اللہ غیروں سے اُن کے دشمن (یعنی کفار) اُن پر مسلط کر دے گا اور وہ اُن کے ہاتھوں سے بعض چیزیں (مثلاً علاقے، مال وغیرہ) لے لیں گے۔

☆ اور جب اُن کے حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کریں گے، تو اللہ انھیں آپس میں لڑا دے گا۔

پھر آپ (ﷺ) نے عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا کہ ایک فوجی گروہ تیار کریں، جس پر آپ نے انھیں امیر بنایا۔

صبح کو (سیدنا) عبدالرحمٰن (بن عوف رضی اللہ عنہ) کالے رنگ کے موٹے سوتی کپڑے کا عمامہ باندھ کر آئے تو نبی ﷺ نے انھیں اپنے قریب بلایا اور عمامہ کھول دیا، آپ نے انھیں سفید عمامہ بندھوایا اور چار انگلیاں یا اس کے قریب اُن کی پیٹھ پر لٹکا دیا اور فرمایا: اے ابن عوف! اس طرح عمامہ باندھو کیونکہ یہ اچھا اور بہترین ہے۔

پھر نبی ﷺ نے بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا کہ وہ جھنڈا اُن کے حوالے کر دیں۔ تو انھوں نے اللہ کی حمد بیان کی اور نبی ﷺ پر درود پڑھا، پھر فرمایا: ابن عوف! اسے پکڑ لو پھر اکٹھے ہو کر اللہ کے راستے میں جہاد کرو، اُن سے لڑو جو اللہ کو نہیں مانتے، خیانت نہ کرو، غداری اور بے وفائی نہ کرو، مُثلہ نہ کرو (یعنی دشمن کے ہاتھ پاؤں اور ناک وغیرہ نہ کاٹو) بچوں کو قتل نہ کرو۔ یہ ہے اللہ کا معاہدہ اور اس کے نبی ﷺ کی سیرت۔

(المستدرک للحاکم ج ۴ ص ۵۴۰ ح ۸۶۲۳ وصححہ ووافقہ الذہبی، وسندہ حسن)

تنبیہ: المستدرک کے مطبوعہ نسخے میں علی بن حمشاذ اور ابو الجماہر کے درمیان عبید (بن محمد الغازی العسقلانی) کا واسطہ رہ گیا ہے۔ دیکھئے اتحاف المھرہ (۵۹۰/۸ ح ۱۰۰۱۵)

فقہ الحدیث　　　　حافظ زبیر علی زئی

اسلام میں بہترین لوگ

۲۰۱) وعن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ :

((الناس معادن كمعادن الذهب والفضة، خيارهم فى الجاهلية خيارهم فى الإسلام إذا فقهوا.)) رواه مسلم .

اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ معدنیات کی طرح ہیں جس طرح سونے چاندی کی معدنیات (کانیں) ہوتی ہیں، جو لوگ جاہلیت میں بہترین تھے وہ اسلام میں بھی بہترین ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ تفقہ (دین میں سوجھ بوجھ) حاصل کریں۔ اسے مسلم (۲۵۲٦/۱۹۹) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: انسانوں میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔

۲: جو شخص ناسمجھی میں اخلاص سے اسلام کی مخالفت کرتا تھا تو جب خلوصِ دل سے مسلمان ہو جاتا ہے، پھر دینِ اسلام کا دفاع بھی انتہائی خلوص اور عظیم قربانیوں کے ساتھ سرانجام دیتا ہے۔ جو لوگ جاہلیت میں اسلام کے کٹر مخالف تھے مثلاً سیدنا عکرمہ بن ابی جہل (رضی اللہ عنہ) وغیرہ، جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو اپنا مال و جان اور سب کچھ اسلام پر نچھاور کر دیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

۳: جو شخص دینِ اسلام (کتاب وسنت) کی نشر و اشاعت میں دل و جان سے ہر وقت مصروف رہے، یہی شخص فقیہ اور صاحبِ فضل و خیر ہے۔

۴: بہترین اور افضل کو دوسری بہترین چیزوں کے ساتھ تشبیہ دینا جائز ہے بشرطیکہ توہین و تحقیر مراد نہ ہو لیکن یاد رہے کہ تشبیہ میں ہر لحاظ سے مماثلت ضروری نہیں ہے۔

۵: افضل کو افضل کے ساتھ ہی تشبیہ دینا جائز ہے۔

۶: تمام لوگ اعمال میں برابر نہیں بلکہ مختلف ہوتے ہیں۔

۷: دین میں سوجھ بوجھ (تفقہ) حاصل کرنے کے لئے ہمہ وقت مصروف اور سرگرم رہنا چاہئے۔

۸: جس طرح سونے چاندی کو آگ کی بھٹی میں مختلف عوامل اور حالتوں سے گزارا جاتا ہے، تب کہیں جا کر خالص سونا چاندی تیار ہوتے ہیں، اسی طرح اہلِ ایمان بھی مختلف تکالیف اور مشقتوں میں صبر سے نکلنے کے بعد کندن (اعلیٰ درجے کے مومنین) بن جاتے ہیں۔

۹: اگر ایمان واسلام کی نعمت نصیب نہ ہو تو پھر موروثی برتری اور قومی وخاندانی غلبے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

۲۰۲) وعن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ ﷺ :

((لا حسد إلا فی اثنتین : رجلٌ آتاہ اللّٰہ مالاً فسلطه علیٰ هلکته فی الحق ورجل آتاه اللّٰه الحکمة فهو یقضي بها و یعلمها .)) متفق علیه .

اور (سیدنا) ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حسد (رشک) صرف دو (آدمیوں) کے ساتھ (جائز) ہے: ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا تو اس نے اُسے حق (صحیح مصرف) میں لگا دیا اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے حکمت عطا فرمائی تو وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے۔

متفق علیہ (بخاری: ۷۳، مسلم: ۸۱۶/۲۶۸)

فقہ الحدیث:

۱: کسی شخص کے اچھے حال یا نیکی سے متاثر ہو کر اپنے لئے ویسی خواہش وتمنا کرنا غبطہ (رشک) کہلاتا ہے اور حدیثِ مذکور میں حسد سے مراد غبطہ ہے۔

۲: وہ انسان افضل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت کا علم عطا فرمایا ہے اور وہ اسے تحریر، تدریس اور تقریر وغیرہ کے ذریعے سے لوگوں میں پھیلا رہا ہے۔

٣: خوش قسمت ہے وہ امیر آدمی جو خلوصِ نیت اور اتباعِ سنت سے اپنے مال و دولت کو کتاب وسنت کی دعوت پھیلانے اور غرباء ومساکین کی مدد کرنے میں صَرف کر رہا ہے۔

٤: حسد حرام اور رشک جائز ہے بشرطیکہ دوسرے شخص کی نعمت کے زوال اور خاتمے کی خواہش نہ ہو۔

٥: ہر وقت کتاب وسنت کا علم سیکھنے، اس پر عمل کرنے اور اسے لوگوں میں حسبِ استطاعت پھیلانے میں مصروف رہنا چاہیے۔

٦: اگر شرعی عذر مانع نہ ہو تو سارے مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دینا جائز ہے۔

فائدہ: سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اُس وقت میرے پاس مال تھا، میں نے کہا: اگر میں ابو بکر (الصدیق رضی اللہ عنہ) سے کبھی آگے بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ میں اپنا آدھا مال لے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آپ نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے کہا: آدھا مال گھر چھوڑ آیا ہوں۔ اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) اپنا سارا مال لے آئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے ابو بکر! آپ نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں اُن کے لئے اللہ اور رسول (کی محبت) کو چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں کبھی ابو بکر (رضی اللہ عنہ) پر سبقت نہیں لے سکوں گا۔

(سنن الترمذی: ٣٦٧٥، وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح'' وسندہ حسن وصححہ الحاکم علیٰ شرط مسلم ١/٤١٤ ووافقہ الذہبی)

نیز دیکھئے سنن ابی داود (١٦٧٨) اور اضواء المصابیح (٦٠٢١)

اس حدیث کے جملے: ((أبقیت لھم اللہ و رسولہ)) کی تشریح میں ملا علی قاری (حنفی) نے کہا: ''أي رضاھما'' یعنی اللہ اور رسول کی رضا مندی چھوڑ کر آیا ہوں۔

دیکھئے مرقاۃ المفاتیح (ج ١٠ص ٣٧٩ح ٦٠٣٠)

معلوم ہوا کہ عند الضرورت اور شرعی عذر کے ساتھ سارا مال بھی اللہ کے راستے میں قربان کیا جا سکتا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

قرآن مخلوق نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے اور رحمٰن کا عرش پر مستوی ہونا برحق ہے

سوال: (۱) انورشاہ کشمیری دیوبندی کے ملفوظات میں لکھا ہوا ہے کہ
''واضح ہو کہ حافظ ابن تیمیہ بھی قیامِ حوادث حرف وصوت وغیرہ ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مانتے ہیں ....حافظ ابنِ قیم نے بھی اپنے عقیدۂ نونیہ میں کلامِ باری کو حرف وصوت سے مرکب کہا جس کا رد علامہ کوثری نے ''تعلیقات السیف الصقیل ''میں کیا ہے اور وہاں شیخ عزالدین ودیگر اکابرِ امت کے فتاویٰ نقل کر دیئے ہیں ....ان فتاویٰ سے ثابت ہوا کہ جس نے خدا کو متکلم بالصوت والحروف کہا اُس نے خدا کے لئے جسمیت ثابت کی جو کفر ہے۔''

(ملفوظات علامہ سید انورشاہ کشمیری ص۲۰۰)

① کیا واقعی اللہ کے کلام کو حرف وصوت سے مرکب ماننا جسمیت ثابت کرنا ہے؟
② اللہ کی صفتِ کلام کے بارے میں کتاب وسنت کی روشنی میں سلف صالحین کا عقیدہ ومنہج کیا رہا ہے؟

(۲) انھیں ملفوظات میں ایک اور جگہ لکھا ہے: ''حافظ ابن تیمیہ نے کہا کہ عرش قدیم ہے، کیونکہ استواء (بمعنے جلوس واستقرار) ہے اس پر خدا کا، حالاں کہ حدیثِ ترمذی میں خلقِ عرش مذکور ہے....اور درسِ حدیث دیوبند کے زمانہ میں حضرتؒ نے علامہ ابن تیمیہ کے استواء بمعنی واستقرار وجلوس مراد لینے پر سخت نقد کیا تھا۔'' (ملفوظات....ص۲۰۳)

① کیا انورشاہ کشمیری دیوبندی کی درج بالا مسائلِ عقائد کے ضمن میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ پر جرح وتنقید درست ہے؟ حتیٰ کہ انورشاہ کشمیری صاحب کا کہنا ہے کہ ''علامہ ابن تیمیہؒ بہت بڑے عالم ومتبحر ہیں مگر وہ استقرار وجلوسِ خداوندی کا عقیدہ لے کر آئیں گے تو

ان کو یہاں دارالحدیث میں داخل نہ ہونے دوں گا۔'' (ملفوظات.....ص ۲۲۰)

[شعیب محمد، سیالکوٹ]

الجواب: الحمد للّٰہ رب العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسوله الأمین ، أما بعد:

یہ عقیدہ بالکل صحیح اور برحق ہے کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ﴾ اور اگر مشرکین میں سے کوئی ایک تجھ سے پناہ مانگے تو اُسے پناہ دے دو، حتیٰ کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔ (سورۃ التوبہ:٦)

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین لوگوں کے سامنے جو قرآن پڑھتے تھے، وہ اللہ کا کلام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ اور بے شک یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ (الشعراء:١٩٢)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((ألا رجل یحملني إلٰی قومه فإن قریشًا قد منعوني أن أبلّغ کلام ربّي .)) کیا کوئی آدمی مجھے اپنی قوم کے پاس نہیں لے جاتا؟ کیونکہ قریش نے مجھے اپنے رب کا کلام (لوگوں تک) پہنچانے سے روک دیا ہے۔

(سنن ابی داود: ۴۷۳۴ وسندہ صحیح، الترمذی: ۲۹۲۵ وقال: ''حسن صحیح غریب'' قلت : سالم بن أبی الجعد مذکور فی المدلسین ولا یثبت هذا عنه ، انظر الفتح المبین في تحقیق طبقات المدلسین ص ۳۹)

☆ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو اللہ کا کلام کہا۔ (دیکھئے کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۲۳۹، ۲۴۰ وسندہ حسن، وقال البیہقی: ''وهذا إسناد صحیح''، دوسرا نسخہ ص ۳۰۹)

جب سورۃ الروم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو مشرکینِ مکہ نے سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ تیرا کلام ہے یا تیرے ساتھی کا کلام ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: نہ یہ میرا کلام ہے اور نہ میرے ساتھی کا کلام بلکہ یہ تو اللہ عزوجل کا کلام ہے۔

(کتاب الاعتقاد للبیہقی تحقیق احمد بن ابراہیم ص ۱۰۸، وسندہ حسن، عبدالرحمٰن بن ابی الزناد حسن الحدیث وثقہ الجمہور،

الاسماء والصفات للبیہقی ص ۲۳۹، ۲۴۰، دوسرا نسخہ ص ۳۰۹، تیسرا نسخہ ص ۱۷۹، ۱۸۰، وقال البیہقی: ''وھذا اسناد صحیح''

☆ امام سفیان بن عیینہ المکی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) نے فرمایا: میں نے ستر (۷۰) سال سے اپنے استاذوں کو جن میں عمرو بن دینار (ثقہ تابعی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۶ھ) بھی تھے، یہی کہتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے۔

(خلق افعال العباد للامام البخاری ص ۷ فقرہ: ۱، وسندہ صحیح)

☆ مشہور امام جعفر صادق رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۸ھ) نے قرآن کے مخلوق ہونے کی نفی کی اور فرمایا: لیکن وہ اللہ کا کلام ہے۔ (مسائل ابی داود ص ۲۶۵ وسندہ حسن، الشریعۃ للآجری ص ۷۷ ح ۱۵۹، الاعتقاد للبیہقی ص ۱۰۷، وقال: ''فھو عن جعفر صحیح مشھور'')

☆ امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ قرآن کو اللہ کا کلام کہتے اور اُس شخص کا شدید رد کرتے جو قرآن کو مخلوق کہتا تھا، امام مالک فرماتے کہ اُسے مار مار کر سزا دی جائے اور قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ (الشریعہ ص ۷۹ ح ۱۶۶، وسندہ حسن)

☆ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص قرآن کو مخلوق کہے تو وہ کافر ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ۹/۱۱۳، وسندہ حسن)

☆ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اُس شخص کو کافر کہا ہے جس نے قرآن کو مخلوق کہا۔

(دیکھئے مسائل ابی داود ص ۲۶۲ وھو صحیح ثابت)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''القرآن من علم اللّٰہ و علم اللّٰہ لیس بمخلوق والقرآن کلام اللّٰہ لیس بمخلوق'' قرآن اللہ کے علم سے ہے اور اللہ کا علم مخلوق نہیں اور قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں۔

(المحنۃ روایۃ صالح بن احمد بن حنبل ص ۶۹ بحوالہ العقیدۃ السلفیۃ ص ۱۰۶)

امام احمد نے مزید فرمایا: جو شخص لفظي بالقرآن مخلوق (قرآن کے ساتھ میرا لفظ مخلوق ہے) کا دعویٰ کرے تو وہ جہمی ہے۔ (مسائل ابن ہانی ج ۲ ص ۱۵۲، فقرہ: ۱۸۵۳)

امام احمد نے لفظي بالقرآن مخلوق کہنے والے کے بارے میں فرمایا:

اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے اور اس کے پاس نہیں بیٹھنا چاہئے، اس سے کلام نہیں کرنا چاہئے اور اسے سلام نہیں کرنا چاہئے۔ (مسائل ابن ہانی ج ۲ ص ۱۵۲، فقرہ: ۱۸۵۱)

نیز امام احمد نے فرمایا: "**القرآن علم من علم اللّٰه فمن زعم أن علم اللّٰه مخلوق فھو کافر**" قرآن اللہ کے علم میں سے علم ہے لہٰذا جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اللہ کا علم مخلوق ہے تو وہ کافر ہے۔ (مسائل ابن ہانی ج ۲ ص ۱۵۴، فقرہ: ۱۸۶۳)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: جھمیہ کے تین فرقے ہیں: (۱) ایک فرقہ قرآن کو مخلوق کہتا ہے۔ (۲) دوسرا فرقہ کلام اللہ کہہ کر سکوت کرتا ہے۔ (۳) تیسرا فرقہ کہتا ہے کہ قرآن کے ساتھ ہمارے الفاظ مخلوق ہیں۔ الخ

(المحنۃ روایۃ صالح بن احمد بن حنبل ص ۷۲، بحوالہ العقیدۃ السّلفیہ فی کلام رب البریہ ص ۲۰۴)

☆ امام عبداللہ بن ادریس بن یزید الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۲ھ) نے اُن لوگوں کو زنادقہ (بے دین، ملحدین، بے ایمان اور کفار) قرار دیا جو قرآن کو مخلوق کہتے تھے۔
دیکھئے خلق افعال العباد للبخاری (ص ۸ فقرہ: ۵ وسندہ صحیح)

☆ امام وہب بن جریر بن حازم رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۶ھ) نے فرمایا:
قرآن مخلوق نہیں ہے۔ (مسائل ابی داود ص ۲۶۶ وسندہ صحیح)

☆ امام ابوالنضر ہاشم بن القاسم رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۷ھ) نے فرمایا:
قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔ (مسائل ابی داود ص ۲۶۶ وسندہ صحیح)

☆ امام ابوالولید الطیالسی رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۷ھ) نے فرمایا:
قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ کا کلام مخلوق نہیں ہے۔ (مسائل ابی داود ص ۲۶۶ وسندہ صحیح)

بلکہ امام ابوالولید نے مزید فرمایا: جو شخص دل سے یہ عقیدہ نہ رکھے کہ قرآن مخلوق نہیں ہے تو وہ اسلام سے خارج (یعنی کافر) ہے۔ (مسائل ابی داود ص ۲۶۶ وسندہ صحیح)

☆ مشہور قاری اور موثق عندالجمہور امام ابوبکر بن عیاش الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۴ھ) نے فرمایا: جو شخص تمھارے سامنے قرآن کو مخلوق کہے تو وہ ہمارے نزدیک کافر، زندیق

(اور) اللہ کا دشمن ہے، اس کے پاس نہ بیٹھو اور اس سے کلام نہ کرو۔

(مسائل ابی داود ص ۲٦۷ وسندہ صحیح)

☆ ثقہ اور متقن قاضی معاذ بن معاذ رحمہ اللہ (متوفی ۱۹٦ھ) نے فرمایا:

جو شخص قرآن کو مخلوق کہے تو وہ اللہ عظیم کا کافر ہے۔ (مسائل ابی داود ص ۲٦۷، ۲٦۸ وسندہ صحیح)

☆ امام شافعی کے مشہور شاگرد امام ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ البویطی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۱ھ) نے فرمایا: جو شخص قرآن کو مخلوق کہے تو وہ کافر ہے۔ (مسائل ابی داود ص ۲٦۸ وسندہ صحیح)

☆ امام احمد بن عبداللہ بن یونس رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۷ھ) نے فرمایا: جو شخص قرآن کو مخلوق کہے تو اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے، یہ کفار ہیں۔ (مسائل ابی داود ص ۲٦۸ وسندہ صحیح)

اس قسم کے حوالے بے حد و شمار ہیں جن سے ثابت ہوا کہ اہلِ سنت کے اجماع اور اتفاق سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ مسلمانوں کے پاس موجود: قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے اور اسے مخلوق کہنے والا کافر ہے۔ یہ وہی قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے سے خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور آپ نے صحابۂ کرام تک پہنچا دیا، صحابہ نے تابعین تک اور تابعین نے تبع تابعین تک پہنچا دیا۔ یہ وہی قرآن ہے جسے حفاظِ کرام نے یاد کر رکھا ہے، مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور امتِ مسلمہ جس کی تلاوت کرتی ہے۔

اس عقیدے پر مفصل تحقیق کے لئے اہلِ سنت کی کتب العقائد مثلاً خلق افعال العباد، الشریعہ للآجری اور الاعتقاد للبیہقی وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

نیز دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۲۰٦/۱۰، ۲۰۷)

حافظ ابن عبدالبر نے اس مسئلے پر اہلِ سنت کا اجماع نقل کیا ہے۔ دیکھئے التمہید (۲٤۱/۲۱)

امام الحرمین کے والد ابو محمد عبداللہ بن یوسف الجوینی الشافعی الفقیہ رحمہ اللہ (متوفی ٤۳۸ھ) نے اس مسئلے پر ایک رسالہ لکھا ہے: ''رسالة في اثبات الاستواء والفوقية و مسئلة الحرف والصوت فی القرآن المجید''

دیکھئے مجموعۃ الرسائل المنیر یہ (۱/۱۷۴۔۱۸۷)

شیخ ابو محمد الجوینی الفقیہ نے فرمایا: ''**والتحقیق هو أن اللّٰه تعالٰی تکلم بالحروف کما یلیق بجلاله و عظمته فإنه قادر والقادر لا یحتاج إلٰی جوارح ولا إلٰی لهوات و کذالك له صوت کما یلیق به یسمع ولا یفتقر ذلك الصوت المقدس إلی الحلق والحنجرة کلام اللّٰه تعالٰی کما یلیق به وصوته کما یلیق به ولا ننفی الحرف والصوت عن کلامه سبحانه لافتقارهما منا إلی الجوارح واللهوات فإنهما من جناب الحق تعالٰی لا یفتقران إلٰی ذلك و هذا ینشرح الصدرله و یستریح الإنسان به من التعسف والتکلف ...**''

اور تحقیق یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حروف کے ساتھ کلام فرمایا جیسا کہ اس کے جلال اور عظمت کے لائق ہے، کیونکہ وہ قادر ہے اور قادر مطلق کو اعضاء اور حلق کے کوّے کی حاجت نہیں ہوتی اور اسی طرح اُس (کے کلام) کی سُنی جانے والی آواز ہے جیسا کہ اُس کے لائق ہے اور یہ مقدس آواز حلق اور نرخرے کی محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جیسا کہ اُس کے لائق ہے اور اس (کلام) کی آواز ہے جیسا کہ اُس کے لائق ہے۔ ہم اللہ سبحانہ کے کلام سے حرف وصوت کی نفی (انکار) اس وجہ سے نہیں کرتے کہ ہم اعضاء اور حلق کے کوّوں کے محتاج ہیں (بلکہ ان صفات کا اقرار کرتے ہیں) کیونکہ حق تعالیٰ کی جناب (ذات) ان چیزوں کی محتاج نہیں ہے اور یہ وہ بات ہے جس پر شرح صدر ہوتا ہے اور تعسف وتکلف سے (دور رہ کر) انسان کو آرام پہنچتا ہے.... (مسألۃ الحروف والصوت ص ۱۱، الرسائل المنیر یہ ۱/۱۸۴)

ابراہیم نخعی نے ابوالعالیہ الریاحی کی تعلیم القرآن میں احتیاط کے بارے میں فرمایا:

''**أظن صاحبکم قد سمع أنه من کفر بحرف منه فقد کفر به کله**''

میں سمجھتا ہوں کہ تمھارے ساتھی نے یہ سنا ہے کہ جس نے قرآن کے ایک حرف کا انکار کیا تو اس نے سارے قرآن کا انکار کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۱۳ ح ۳۰۱۰۰ وسندہ صحیح)

علمائے اہلِ سنت کی ان واضح تصریحات کے مقابلے میں زاہد بن حسن بن علی [رضا]

بن خضوع بن بائی بن قانبت بن قنصو الجرکسی الکوثری نے بغیر کسی شرم وحیا کے لکھا:

"والواقع أن القرآن فى اللوح و في لسان جبريل عليه السلام و في لسان النبي ﷺ وألسنة سائر التالين و قلوبهم و ألواحهم مخلوق حادث محدث ضرورة و من ينكر ذلك يكون مسفسطًا ساقطًا من مرتبة الخطاب و إنما القديم هو المعنى القائم بالله سبحانه يعنى الكلام النفسي في علم الله جل شأنه في نظر أحمد بن حنبل و ابن حزم و قد صح عن أحمد قوله فى المناظرة: القرآن من علم الله و علم الله غير مخلوق" اور واقعی یہ ہے کہ لوح محفوظ، زبانِ جبریل علیہ السلام، زبانِ نبی ﷺ اور تمام تلاوتِ قرآن کرنے والوں کی زبانوں، دلوں اور تختیوں پر قرآن مخلوق حادث ہے جو کہ ضروریات (بدیہی حقیقتوں) کا مسئلہ ہے۔ جو شخص اس کا انکار کرتا ہے تو وہ بدیہات کا منکر اور وہمیات کا قائل ہے، وہ اُس مرتبے سے ساقط ہے کہ اُس سے گفتگو کی جائے۔ قدیم تو وہ معنی ہے جو اللہ سبحانہ کے ساتھ قائم ہے، احمد بن حنبل اور ابن حزم کی نظر میں وہ اللہ جل شانہ کے علم میں کلامِ نفسی کے معنی میں ہے۔ احمد سے صحیح ثابت ہے کہ انھوں نے مناظرے میں کہا: قرآن اللہ کے علم میں سے ہے اور اللہ کا علم مخلوق نہیں ہے۔

(مقالات الکوثری: بدعۃ الصوتیہ حول القرآن ص ۲۷)

کوثری کے اس تلبیسانہ کلام سے معلوم ہوا کہ کوثری جرکسی کے نزدیک وہ قرآن مخلوق ہے جسے نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے سامنے تلاوت کرتے تھے، جبریلِ امین جو قرآن نبی کریم ﷺ کو سناتے تھے وہ کوثری کے نزدیک مخلوق ہے بلکہ لوحِ محفوظ میں جو قرآن لکھا ہوا ہے وہ بھی کوثری کے نزدیک مخلوق ہے۔!

علمائے اہلِ سنت کے اجماعی اور متفقہ فتاویٰ میں سے بعض کے حوالے آپ کے سامنے پیش کر دیئے گئے ہیں کہ قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے۔

حنفیوں کی کتاب شرح عقیدہ طحاویہ میں لکھا ہوا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، جسے اُس نے اپنے رسول پر بطورِ وحی نازل فرمایا، یہ حقیقت میں اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے، جو شخص

اسے سُن کر سمجھے کہ یہ انسان کا کلام ہے تو اُس نے کفر کیا، اللہ نے ایسے شخص کے ساتھ جہنم کے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے۔

دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ مع شرح ابن ابی العز الحنفی (ص ۱۷۹، مختصراً)

معلوم ہوا کہ جس قرآن کو جبریل امین علیہ السلام لے کر آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے اُس کی تلاوت کی، جو لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور جسے تلاوت کرنے والے تلاوت کرتے ہیں، اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے کلام نفسی اور کلام لفظی کی بدعت نکالی اور لفظی بالقرآن مخلوق کا نعرہ لگایا تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ایسے لوگوں کو جہمیہ سے زیادہ شریر قرار دیا۔

دیکھئے مسائل ابی داود (ص ۲۷۱)

تنبیہ: امام بخاری رحمہ اللہ سے ''لفظي بالقرآن مخلوق'' کا قول باسند صحیح ثابت نہیں ہے لہٰذا بجنوری وغیرہ نے اس سلسلے میں اُن کی طرف جو کچھ منسوب کیا ہے، وہ سب جھوٹ کا پلندہ ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''و القرآن کلام اللّٰہ غیر مخلوق'' اور قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔ (خلق افعال العباد ص ۲۳ فقرہ: ۱۱۲)

الامام الصدوق (عند الجمہور) امام نعیم بن حماد رحمہ اللہ نے فرمایا:

''لا یستعاذ بالمخلوق و لا بکلام العباد والجن و الإنس والملائکة''

مخلوق، بندوں کے کلام، جن، انس اور ملائکہ کے ساتھ پناہ نہیں مانگی جاتی یعنی مخلوق کے ساتھ پناہ نہیں مانگنی چاہئے۔

اس کے راوی امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: (نعیم بن حماد کے) اس قول میں دلیل ہے کہ اللہ کا کلام مخلوق نہیں اور اس کے سوا دوسری مذکورہ چیزیں مخلوق ہیں۔

(خلق افعال العباد ص ۸۹ فقرہ: ۴۳۸)

امام ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل التیمی الاصبہانی: قوام السنہ رحمہ اللہ (متوفی ۵۳۵ھ)

نے اصحاب الحدیث اور اہل السنہ سے نقل کیا کہ اس وقت مصاحف میں لکھا ہوا قرآن، جو سینوں میں محفوظ ہے، وہی حقیقتاً اللہ کا کلام ہے جسے اُس نے بذریعہ جبریل نبی ﷺ تک اور بذریعہ نبی ﷺ صحابہ تک پہنچا دیا۔

دیکھئے الحجہ فی بیان المحجہ وشرح عقیدہ اہل السنۃ (ج ۱ ص ۳۶۸)

کوثری نے ''قائم باللہ'' (یعنی الکلام النفسی) کی مبتدعانہ اصطلاح اختیار کر کے ''کلام نفسی'' کی بدعتی اصطلاح کو ہی رواج دیا اور امام احمد و ابن حزم کا ذکر صرف دھوکا دینے اور رعب جمانے کے لئے کیا ہے، کیونکہ اللہ کے علم میں سے ہونے کا مطلب صرف یہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے۔ امام احمد نے لفظیہ کو جہمیہ سے زیادہ شریر قرار دیا تھا جیسا کہ سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے اور آپ اُس شخص کو کافر کہتے تھے جو قرآن کو مخلوق کہتا تھا۔ علامہ ابن حزم نے کہا: ''**والقرآن کلام اللّٰہ و علمہ غیر مخلوق**''
اور قرآن اللہ کا کلام اور علم ہے، مخلوق نہیں ہے۔ (المحلی ج ۱ ص ۳۲ مسئلہ: ۵۸)

بلکہ ابن حزم نے مصاحف میں لکھے ہوئے، قاری سے سنے جانے والے، سینوں میں محفوظ اور رسول اللہ ﷺ کے دل پر جبریل کے ذریعے سے نازل کردہ قرآن کو اللہ کا کلام حقیقتاً قرار دیا اور مجاز کی نفی کی، جو شخص قرآن کو مخلوق سمجھتا ہے اُس کے بارے میں ابن حزم نے کہا: ''**فقد کفر**'' یقیناً اُس نے کفر کیا۔ (المحلی ۱/۳۲ مسئلہ: ۵۹)

معلوم ہوا کہ کوثری نے امام احمد اور علامہ ابن حزم دونوں پر جھوٹ بولا اور فلسفیانہ سفسطے کو عام سادہ لوح مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے لفظیہ فرقے (جو کوثری کی طرح کلام لفظی اور کلام نفسی کی بدعات نکالتے ہیں) کے بارے میں فرمایا: یہ لوگ صرف جہم (ایک بہت بڑے گمراہ اور بے ایمان) کے کلام پر ہی گھوم رہے ہیں۔ الخ (مسائل ابی داود ص ۲۷۱، وسندہ صحیح)

اس مسئلے (قرآن کے کلام اللہ ہونے اور مخلوق نہ ہونے) پر تفصیلی تحقیق کے لئے شیخ عبداللہ بن یوسف الجدیع العراقی حفظہ اللہ کی عظیم کتاب: ''العقیدۃ السلفیۃ فی کلام

رب البریة و کشف أباطیل المبتدعة الردیة ''(کل صفحات ٤٦٠) کا مطالعہ کریں۔

شیخ عبداللہ بن یوسف الجدیع العراقی نے فرمایا:

سلف صالحین کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام صفت ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے، جدا نہیں، اس صفت کے ساتھ اُس کے موصوف ہونے کی نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا، وہ اپنی مشیئت اور اختیار سے اس کے ساتھ کلام فرماتا ہے اور اس کا کلام سب سے بہترین کلام ہے، اس کا کلام مخلوق کے کلام سے مشابہ نہیں کیونکہ خالق کو مخلوق پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، وہ اپنی مخلوق: فرشتوں، اپنے رسولوں اور بندوں میں سے جس سے چاہتا ہے کلام فرماتا ہے، چاہے واسطے سے یا بغیر واسطے کے۔

وہ اپنے کلام کو حقیقی طور پر سُناتا ہے، اپنے فرشتوں اور رسولوں میں سے جسے چاہے اور قیامت کے دن اپنی آواز اپنے بندوں کو سُنائے گا جیسے کہ اُس نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کیا اور اپنی آواز کے ساتھ پکارا جب وہ درخت کے پاس آئے تو اس آواز کو موسیٰ (علیہ السلام) نے سُنا۔

جس طرح اللہ کا کلام مخلوق کے مشابہ نہیں ہے اُسی طرح اُس کی آواز مخلوق کے مشابہ نہیں ہے۔ اس کے کلمات کی کوئی انتہا نہیں اور اس کے کلام میں سے قرآن، تورات اور انجیل ہیں۔ قرآن اپنی سورتوں، آیتوں اور کلمات کے ساتھ اُس کا کلام ہے، اس نے حروف اور معانی کے ساتھ یہ کلام فرمایا اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی پر نازل نہیں فرمایا۔ اُس نے اسے جبریل علیہ السلام کو سُنایا، جبریل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو سُنا دیا، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اس کلام کی تبلیغ کر کے آگے ادا کر دیا (یعنی لوگوں تک پہنچا دینے کا واسطہ بنے [یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ مجید کی تشریح، توضیح اور تفسیر بھی صحابۂ کرام کے سامنے بیان کر دی جو احادیث کی صورت میں محفوظ ہے۔ والحمدللہ])

یہی قرآن لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور یہی مصاحف (لکھے ہوئے قرآنوں) میں ہے جسے تلاوت کرنے والے اپنی زبانوں سے تلاوت کرتے ہیں، قاری اپنی آوازوں سے اس کی قراءت کرتے ہیں اور سامعین اپنے کانوں سے اسے سنتے ہیں، لکھنے والے اسے لکھتے

ہیں اور شائع کرنے والے اپنے آلات کے ساتھ اسے شائع کرتے ہیں، یہی قرآن حفاظِ کرام کے سینوں میں اپنے حروف اور معانی کے ساتھ محفوظ ہے، اللہ نے یہ کلام حقیقتاً فرمایا ہے اور یہ اُس کا حقیقی کلام ہے غیر کا کلام نہیں، اُسی سے اس کی ابتدا ہوئی اور اسی کے پاس لوٹ جائے گا۔ وہ ایک نازل شدہ قرآن ہے، مخلوق نہیں ہے، جس طرح بھی اُس میں تصرف کیا جائے، قاری کی قراءت، الفاظ پڑھنے والے کے الفاظ، حافظ کا حفظ یا کاتب کا خط ہو، جہاں بھی اس کی تلاوت ہو، لکھا جائے یا پڑھا جائے۔

پھر جو شخص اس کو سننے کے بعد یہ سمجھے کہ یہ مخلوق ہے تو اس شخص نے کفر کیا (یعنی یہ شخص کافر ہے) اور اللہ نے موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے آدم (علیہ السلام) کی پیدائش سے چالیس سال پہلے اپنے ہاتھ سے تورات لکھی جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

اللہ کے کلام کی تقسیم، حصص اور اجزاء ہو سکتے ہیں، پس قرآن اس کے کلام میں سے ہے، تورات اس کے کلام میں سے ہے اور انجیل اُس کے کلام میں سے ہے۔ قرآن تورات کے علاوہ ہے اور تورات انجیل کے علاوہ ہے۔ فاتحہ قرآن کا بعض ہے اور آیۃ الکرسی سورۃ البقرہ کا بعض ہے، سورۃ البقرہ سورۃ آل عمران کے علاوہ ہے اور اسی طرح اس کا سارا کلام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف لغات (زبانوں) میں کلام فرمایا لہٰذا تورات عبرانی زبان میں ہے، انجیل سریانی زبان میں ہے اور قرآن عربی زبان میں ہے۔ قرآن میں ایسے معانی ہیں جو تورات میں نہیں ہیں اور تورات میں ایسی باتیں ہیں جو قرآن میں نہیں ہیں اور اسی طرح اس کا سارا کلام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام میں بلحاظِ افضلیت درجے ہیں لہٰذا اُس کا بعض دوسرے بعض سے افضل ہے۔ دوسری آیات سے آیت الکرسی افضل ہے اور سورۂ فاتحہ جیسی سورت تورات اور انجیل میں نازل نہیں ہوئی اور نہ اس طرح دوسری کوئی سورت قرآن میں نازل ہوئی ہے، قل ھو اللہ احد (سورۃ الاخلاص) ایک تہائی قرآن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کلام ایک دوسرے کے پیچھے آتا (یعنی باہم ترتیب کے ساتھ مربوط) ہے مثلاً

بسم اللہ میں اللہ کا کلام بسم کے بعد ہے، سین باء کے بعد ہے اور میم سین کے بعد ہے۔ یہ سب اللہ کا کلام ہے، اپنے الفاظ اور حروف کے ساتھ مخلوق نہیں، مخلوق کے مشابہ نہیں ہے۔

(قرآن پڑھنے لکھنے کی حالت میں) بندوں کی آوازیں اور حرکات، مصحف کے ورقے، جلد اور لکھنے کی سیاہی یہ سب مخلوق ہیں اور پڑھے سنے لکھے جانے والے حروف اللہ کا کلام ہیں، اپنے حروف اور معانی کے لحاظ سے قرآن مخلوق نہیں۔

کلامُ اللہ کے بارے میں یہ سلف صالحین کا عقیدہ ہے۔

(العقیدۃ السلفیۃ فی کلام رب البریۃ وکشف اباطیل المبتدعۃ الردیۃ ص٦٣۔٦٥ مترجماً ومفہوماً)

فرقہ اشعریہ کے امام ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ (متوفی ٣٢٤ھ) نے فرمایا:

''قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔'' پھر انھوں نے اس پر کئی دلیلیں پیش کیں۔

دیکھئے الابانہ عن اصول الدیانہ (ص١٩۔٢١)

تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں بعض مبتدعین نے حرف اور صوت کا صریح انکار کر کے نیا مسئلہ کھڑا کر دیا۔ دیکھئے مجموع فتاویٰ (١٢/٥٧٩)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے کتاب اللہ میں سے ایک حرف پڑھا تو اسے ایک نیکی ملے گی جو دس نیکیوں کے برابر ہوگی، میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ (سنن الترمذی: ٢٩١٠ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح غریب'' وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن سیکھو اور اس کی تلاوت کرو، تمھیں ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملیں گی۔ الخ (المعجم الکبیر للطبرانی ٩/١٤٠ ح ٨٦٤٩ وسندہ حسن)

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فينادي بصوت : إن الله يأ مرك ....)) پھر وہ (اللہ) صوت (آواز) سے ندا فرمائے گا: بے شک اللہ تجھے حکم دیتا ہے... (صحیح بخاری: ٧٤٨٣)

فائدہ: روایتِ مذکورہ کو اکثر راویوں نے معلوم (يُـنَـادِيْ) کے اعراب کے ساتھ پڑھا

ہے۔ دیکھئے عمدۃ القاری (ج ۲۵ ص ۱۵۴) اور فتح الباری (۴۶۰/۱۳)

یعنی جمہور راویوں کے نزدیک اس کا اعراب مجہول نہیں بلکہ معلوم (دال کی زیر) کے ساتھ ہے۔

اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے، اسے امام بخاری نے اپنی مشہور کتاب ''الجامع الصحیح'' میں روایت کیا ہے جس کی صحت پر اُمت کا اتفاق ہے۔ اسی حدیث کے حوالے سے اس کے راوی امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

''وفي هذا دليل أن صوت الله لا يشبه أصوات الخلق ... ''

اور اس میں دلیل ہے کہ اللہ کی آواز (صوت) مخلوق کی آوازوں سے مشابہ نہیں ہے۔

(خلق افعال العباد ص ۹۲ فقرہ: ۴۶۲)

حدیثِ مذکور کی تشریح میں مولانا محمد داود راز دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''یہاں سے اللہ کے کلام میں آواز ثابت ہوئی اور ان نادانوں کا رد ہوا جو کہتے ہیں کہ اللہ کے کلام میں نہ آواز ہے نہ حروف ہیں۔ معاذ اللہ   اللہ کے لفظوں کو کہتے ہیں: یہ اللہ کے کلام نہیں ہیں کیونکہ الفاظ اور حروف اور اصوات سب حادث ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ یہ کم بخت لفظیہ جہمیہ سے بدتر ہیں۔'' (شرح صحیح بخاری ج ۸ ص ۵۹۲ مطبوعہ قدوسیہ لاہور)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: جی ہاں! تیرے رب نے صوت (سُنی جانے والی آواز) کے ساتھ کلام فرمایا: الخ (کتاب السنہ ج ۱ ص ۲۸۰ رقم ۵۳۳)

مزید عرض ہے کہ امام ابوبکر المروزی رحمہ اللہ نے فرمایا:

(امام) ابوعبداللہ (احمد بن حنبل رحمہ اللہ) سے کہا گیا: عبدالوہاب (رحمہ اللہ) نے کہا: جو شخص کہتا ہے کہ اللہ نے موسیٰ (عَلَيْهِ السَّلَام) سے بغیر صوت (آواز) کے کلام کیا تو وہ جہمی ہے، اللہ اور اسلام کا دشمن ہے۔ (امام احمد) ابوعبداللہ نے مسکرا کر فرمایا: اس (عبدالوہاب) کا یہ قول کتنا بہترین ہے، اللہ اُسے عافیت میں رکھے۔

(السنہ للخلال بحوالہ درء تعارض العقل والنقل ج ۱ ص ۲۶۰ وسندہ صحیح، مطبوعہ: دارالحدیث القاہرہ/مصر)

حافظ ابونصر عبید اللہ بن سعید بن حاتم بن احمد السجزی الوائلی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۴ھ) نے اپنے مشہور رسالے میں فرمایا: اس پر اتفاق ہے کہ کلام حرف اور صوت ہوتا ہے۔

(درء تعارض العقل والنقل لابن تیمیہ ۲/۱۷۹)

السجزی نے فرمایا: قرآنِ عربی حروف ہیں... اور اللہ کی صوت (آواز) میں مخلوق سے کوئی تشبیہ نہیں ہے جس طرح کہ اُس کی صفت کلام مخلوق سے مشابہ نہیں ہے۔ حافظ السجزی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: ''و أما نحن فنقول : کلام اللّٰہ حرف و صوت بحکم النص'' اور ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا کلام حرف اور صوت (آواز) ہے جیسا کہ نص سے ثابت ہے۔

(الابانہ فی مسألۃ القرآن للسجزی بحوالہ درء تعارض العقل والنقل ۱/۳۸۳)

فائدہ: شیخ السنۃ ابونصر السجزی الوائلی رحمہ اللہ کو بعض حنفی علماء نے اپنے ''حنفی'' علماء میں ذکر کیا ہے۔ دیکھئے الجواہر المضیہ (۱/۳۳۸ ت ۹۲۳) اور تاج التراجم (ص ۲۰۱ ت ۱۵۶)

حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن القیم اور علمائے اہلِ سنت کا جو ردّ زاہد الکوثری نے ''تعلیقات السیف الصقیل'' وغیرہ میں کیا ہے وہ مردود ہے۔ کوثری بذاتِ خود جہمی (بدعتی، غیر سُنی) اور مجروح تھا جیسا کہ اس کی تصانیف اور تحریروں سے ثابت ہے۔ فی الحال دس (۱۰) دلیلیں پیشِ خدمت ہیں جن سے کوثری مذکور کا مجروح اور ساقط العدالت ہونا ثابت ہوتا ہے:

۱: امام ابوالشیخ الاصبہانی رحمہ اللہ کے بارے میں کوثری نے کہا:

''و قد ضعفہ بلدیہ الحافظ العسال بحق'' اور یقیناً اس کے ہم وطن حافظ عسال نے اُسے ضعیف قرار دیا ہے جو کہ حق ہے۔ (تأنیب الخطیب ص ۴۹)

نیز دیکھئے تأنیب الخطیب للکوثری (ص ۱۴۱)

ابوالشیخ مذکور کی تضعیف حافظ العسال سے ثابت نہیں ہے لہٰذا کوثری نے اُن پر جھوٹ بولا ہے۔ یہ تضعیف نہ تو حافظ ابواحمد العسال کی کسی کتاب میں ہے اور نہ اسماء الرجال کی کسی کتاب میں اُسے بحوالہ عسال مذکور نقل کیا گیا ہے۔

۲: شیخ سلیمان الصنیع رکن مجلس الشوریٰ بمکہ نے کوثری کے بارے میں گواہی دی:

”والذي يظهر لي أن الرجل يرتجل الكذب و يغالط ...“

اور میرے سامنے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آدمی فی البدیہ جھوٹ بولتا ہے اور مغالطے دیتا ہے۔

(حاشیہ طلیعۃ التنکیل بمافی تأنیب الکوثری من الاباطیل ج۱ص۳۱ وسندہ قوی)

۳: حسام الدین القدسی نے کوثری پر جرح کی اور کہا: ”**فيخلق لهم من المحاسن و الدفاع ...**“ پس وہ ان لوگوں کی خوبیاں اور دفاع گھڑتا ہے۔

(دیکھئے مقدمۃ الانتقاء لابن عبدالبر ص۳)

۴: امام عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی رحمہ اللہ نے کوثری پر جرح کی اور حق کا دفاع کیا۔

دیکھئے التنکیل بمافی تأنیب الکوثری من الاباطیل للیمانی رحمہ اللہ

۵: احمد بن محمد بن الصدیق الغماری نے کوثری کے بارے میں کہا: ”**و أنه شيطان**“

اور بے شک وہ شیطان ہے۔ (بیان تلبیس المفتری محمد زاہد الکوثری ص۱۲۴)

اور کہا: ”**هذا الدجال**“ یہ دجال (بیان تلبیس المفتری ص۱۳۹)

۶: شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ نے کہا: کیونکہ کوثری اپنے بہت سے حوالوں میں قابلِ اعتماد نہیں، وہ تدلیس کرتا تھا۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ۳۶۱/۸ ح ۳۸۹۷)

علامہ البانی نے کوثری کو اہلِ سنت اور اہلِ حدیث کا شدید دشمن قرار دیا ہے۔

دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۱۲۷۲/۶ ح ۳۰۰۰)

اور نقلِ روایت میں غیر امین (یعنی ضعیف اور ساقط العدالت) قرار دیا۔ (الضعیفۃ ۴۴/۱ ح ۲۵)

علامہ البانی نے کہا: ”**فإنه علىٰ سعة اطلاعه و علمه مدلس صاحب هوى**“

بے شک وہ (کوثری) وسعتِ علم اور اطلاع کے باوجود مدلس اور بدعتی ہے۔

(الضعیفۃ ۳۵۶/۳ ح ۱۲۱۱)

۷: شیخ عبدالمحسن العباد کے صاحبزادے عبدالرزاق المدنی حفظہ اللہ نے کہا:

محمد زاہد کوثری ہمارے زمانے میں جہمیت کا قائد ہے۔

(القول السدید فی الرد علی من أنکر تقسیم التوحید، مقدمہ ص۱۴، بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ)

۸: محمد بہجہ البیطار علامۃ الشام (متوفی ۱۳۹۶ھ) نے کہا:

''**الکوثري المحرّف لآیات الکتاب المجید**'' قرآن کی آیات کا محرف: کوثری

(الکوثری وتعلیقاتہ ص ۸ بحوالہ الشاملہ)

اور اسے تاریخ میں جھوٹ کو مباح سمجھنے والا قرار دیا۔ (ایضاً ص ۱۳)

۹: شیخ دکتور شمس الدین الافغانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**الکوثري أحد أئمة القبوریة و رافع لواء الجهمية ...**'' ''کوثری قبر پرستوں کے اماموں میں سے ایک اور جہمیت کے جھنڈے کو اُٹھانے والا۔ (جھود علماء الحنفیہ فی ابطال عقائد القبوریہ ج ۱ ص ۴۶۰، ۴۶۱)

۱۰: میں نے شیخ ابو محمد بدیع الدین الراشدی السندھی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا:

''**خرافي یکذب**'' یعنی کوثری خرافات بیان کرنے والا، جھوٹ بولتا تھا۔

(انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل ص ۷۵)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی دلیلیں ہیں مثلاً کوثری نے صحابہ کرام اور ائمہ مسلمین کو اپنی تنقید و تنقیص کا نشانہ بنایا ہے جس کی تفصیل ''التنکیل'' وغیرہ کتابوں میں ہے۔ تعلیقات السیف الصقیل میں عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ کے اقوال کئی وجہ سے مردود ہیں:

اول: کوثری بذاتِ خود غیر ثقہ اور ضعیف تھا۔

دوم: اگر یہ اقوال ثابت بھی ہوتے تو جمہور اہل سنت کے مقابلے میں باطل ہیں۔

سوم: العزبن عبدالسلام کا قول اگر ثابت ہو: قرآن نہ حروف ہیں اور نہ اصوات۔

(دیکھئے مقالات الکوثری: بدعۃ الصوتیہ حول القرآن ص ۲۹)

تو صحیح احادیث اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ کے اقوال کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط اور مردود ہے۔

فائدہ: مملوک خلفاء کے مقابلے میں عبدالعزیز بن عبدالسلام الدمشقی الشافعی المعروف العزبن عبدالسلام کا انتہائی بہترین موقف تھا، تاہم شیخ قطب الدین نے ذیل مرآۃ الزمان میں لکھا ہے: ''**کان رحمه الله مع شدته فیه حسن محاضرة بالنوادر و**

الأشعار و كان يحضر السماع و يرقص و يتواجد ''آپ پر اللہ رحم کرے آپ اپنی شدت کے باوجود نادر حکایات اور اشعار پر بہترین استحضار رکھتے تھے، آپ سماع (قوالی) کی محفلوں میں حاضر ہوتے، رقص کرتے (ناچتے) اور وجد میں آتے تھے۔

(دیکھئے تاریخ الاسلام للذہبی ج ۴۸ص ۴۱۹ وفیات ٦٦٠ھ)

رقص وسماع کی ممانعت پر حافظ شیخ ابو محمد محمود بن ابی القاسم بن بدران الدشتی الحنفی رحمہ اللہ (متوفی ٦٦٥ھ) نے ایک عظیم الشان کتاب: ''النهي عن الرقص والسماع'' لکھی ہے جو ۹۱۵ صفحات میں دار السنۃ (الریاض، سعودی عرب) سے دو جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں شیخ ابن بدران نے فرمایا: یہ گروہ جو سمجھتا ہے کہ رقص، گانے سننا اور بانسریاں بجانا اچھا کام ہے، یہ لوگ اللہ کی لعنت کے مستحق ہیں۔ الخ

(النہی عن الرقص والسماع ج ۱ص ۴۴۱)

تنبیہ: کوثری جس علمِ کلام کی باتیں کرتا تھا، ایسے کلام کے بارے میں امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: '' لأن يبتلى العبد بكل مانهى اللّٰهُ عنه - سوى الشرك - خير له من الكلام ولقد اطلعت من أصحاب الكلام علىٰ شيءٍ ما ظننت أن مسلمًا يقول ذلك. '' اگر آدمی شرک کے علاوہ ہر ممنوع کام میں مبتلا ہو جائے، وہ اس کے لئے علمِ کلام سے بہتر ہے اور میں نے ان اصحابِ کلام کی ایسی چیزیں دیکھی ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ کوئی مسلمان ایسی بات کہہ سکتا ہے۔

(آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۱۳۷، وسندہ صحیح)

انورشاہ کشمیری دیوبندی کا کہنا کہ ''جس نے خدا کو متکلم بالصوت والحروف کہا اُس نے خدا کے لئے جسمیت ثابت کی جو کفر ہے۔'' کئی وجہ سے مردود اور باطل ہے:

اول: حروف اور صوت کا ذکر احادیثِ صحیحہ اور آثارِ صحابہ وغیرہ سے ثابت ہے۔ (کما تقدم) کیا یہ جسمیت کے قائل تھے؟!

دوم: امام احمد بن حنبل وغیرہ حروف واصوات کے قائل تھے۔ کیا یہ مجسمہ میں سے تھے؟

سوم: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور کے پاس اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تھا یا نہیں؟ اگر سُنا تھا تو تم اپنے باطل دعویٰ اور اصول کی رُو سے جسمیت کے قائل ہو۔ اگر نہیں سُنا تھا تو قرآن کے منکر ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَ کَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ﴾ اور جب پہنچا موسیٰ ہمارے وقت پر، اور کلام کیا اس سے اس کے رب نے۔

(الاعراف: ۱۴۳، ترجمہ عبدالقادر دہلوی ص ۲۰۲)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ اللہ کے کلام کو حرف اور صوت ماننا جسمیت ثابت کرنا نہیں ہے بلکہ اس ایمان کا اعلان اور اظہار ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ مخلوق نہیں ہے اور یہی قرآن من وعن اپنے تمام حروف کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے روح الامین سیدنا جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، یہ اللہ کی صفتِ کلام اور صفتِ علم ہے اور صفاتِ باری تعالیٰ مخلوق نہیں ہیں بلکہ صفت الرب کو مخلوق سمجھنے والا کافر ہے۔

صفتِ کلام کے بارے میں سلف صالحین کے عقیدے اور منہج کے بعض حوالے اس مضمون میں سابقہ صفحات پر گزر چکے ہیں۔

احمد رضا بجنوری دیوبندی (مجروح) نے انور شاہ کاشمیری دیوبندی سے نقل کیا:

''حافظ ابن تیمیہ نے کہا: ''عرش قدیم ہے'' (ملفوظات کشمیری ص ۲۰۳)

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب یہ قول کئی وجہ سے باطل اور مردود ہے:

اول: یہ قول حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کسی کتاب میں لکھا ہوا نہیں ہے۔

دوم: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: '' .... أن العرش مخلوق أیضًا ''

... بے شک عرش بھی مخلوق ہے۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱۸ ص ۲۱۴)

سوم: انور شاہ کشمیری دیوبندی نے اس کی کوئی صحیح دلیل یا حوالہ پیش نہیں کیا۔

چہارم: احمد رضا بجنوری بذاتِ خود مجروح تھا، اس کی چار دلیلیں پیشِ خدمت ہیں:

۱: بجنوری نے نقل کرتے ہوئے کہا: ''ابن تیمیہ نے ''کنزولی هذا'' سے تشریح کر کے بدعت قائم کر دی ہے۔'' (ملفوظات ص ۲۴۳)

حالانکہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''کنزولی ھذا'' کے الفاظ قطعاً نہیں کہے بلکہ انھوں نے فرمایا: '' **و کذلك نعلم معنی النزول ولا نعلم کیفیته** ''اوراسی طرح ہم نزول کا معنی جانتے ہیں اوراس کی کیفیت کونہیں جانتے۔ (شرح حدیث النزول ص ٣٢)

بجنوری کی عبارتِ مذکورہ بالا کا جس نے بھی حافظ ابن تیمیہ کی طرف انتساب کیا ہے، اُس نے جھوٹ بولا ہے۔

٢: بجنوری نے کہا: ''فتح الباری ٧/١٣٩ میں بھی حدیثِ نزول وصلوٰۃِ بیت اللحم نسائی، بزار وطبرانی کے حوالے سے ذکر ہوئی ہے، مگر کچھ ابہام کے ساتھ، اور غالبًا اسی سے علامہ ابن القیم نے غلط فائدہ اٹھایا ہے، واللہ اعلم۔'' (ملفوظات ص ١٨٣)

عرض ہے کہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ ٧٥١ھ میں فوت ہوئے اور حافظ ابن حجر العسقلانی ٧٧٣ میں پیدا ہوئے تھے تو اپنی وفات کے بعد پیدا ہونے والے کی کتاب فتح الباری سے کس طرح ابن القیم نے غلط فائدہ اُٹھایا تھا؟

بجنوری نے تو جھوٹ کا ''لک'' توڑ دیا ہے۔

تنبیہ: حوالۂ مذکورہ کے سیاق وسباق سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں حدیث سے فائدہ اُٹھانا مرادنہیں بلکہ فتح الباری سے ''غلط فائدہ'' اُٹھانا مراد ہے۔

٣: بجنوری نے امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں کہا: ''زیادہ تحقیقی بات یہ ہے کہ امام بخاری کو پہلی بار بخارا سے مسئلہ حرمت رضاع بلبن شاۃ کی وجہ سے نکلنا پڑا...''

(ملفوظات کشمیری ص ١٥٦)

بجنوری کی یہ بات بالکل جھوٹ ہے اور یہ وہ جھوٹا قصہ ہے جسے بعض بے سند حنفیوں نے گھڑ کر اپنے مقلدین میں مشہور کر دیا تھا۔ عبدالحئ لکھنوی تقلیدی نے بھی اس قصے کا بعید از صحت ہونا تسلیم کیا۔ دیکھئے الفوائد البہیہ (ص ٢٩، ترجمہ احمد بن حفص البخاری)

ہم پوچھتے ہیں کہ اس بے سند جھوٹے قصے کی ''صحیح متصل'' سند کہاں ہے؟

اس جھوٹے قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ بجنوری وغیرہ کے نزدیک امام بخاری رحمہ اللہ اس

بات کے قائل تھے کہ اگر بچہ اور بچی کسی ایک گائے کا دودھ پی لیں تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔!! حالانکہ ایسی باطل بات کا قائل کوئی صاحبِ علم نہیں، کجا یہ کہ امیر المومنین فی الحدیث اورامام الدنیا فی فقہ الحدیث امام بخاری ایسی بات کے قائل ہوں۔!!

جو لوگ امام بخاری رحمہ اللہ پر جھوٹ بولنے سے شرم وحیا نہیں کرتے، وہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ پر کتنا جھوٹ بولتے ہوں گے۔؟!

۴: بجنوری نے لکھا ہے: ''تقلید شخصی ضروری ہے'' (ملفوظات ص۲۲۳)

عرض ہے کہ کتاب اللہ، سنت اور اجماع سے تقلید شخصی کا ضروری ہونا ہرگز ثابت نہیں بلکہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر وہ (عالم) سیدھے راستے پر بھی (جا رہا) ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو'' الخ

(کتاب الزہد للامام وکیع ج ۱ ص ۲۹۹، ۳۰۰ ح ۷۱ وسندہ حسن، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۶)

اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے کہا: ''مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا...''

(تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۳۱)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے تقلید شخصی کے بارے میں کہا:

''یہ کوئی شرعی حکم نہیں تھا، بلکہ ایک انتظامی فتویٰ تھا'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۶۵)

معلوم ہوا کہ احمد رضا بجنوری ایک مجروح شخص تھا اور بس (!) لہٰذا ایسے شخص کی نقل اور روایت مردود ہوتی ہے۔

استواء کا معنی جلوس کرنا حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے ثابت نہیں ہے۔

حافظ ابن تیمیہ کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر بیٹھا ہوا ہے۔ آپ کی کسی کتاب میں **جلس علی العرش** یا **جلوسہ علی العرش** وغیرہ قسم کی کوئی عبارت موجود نہیں ہے بلکہ آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ حقیقتاً اپنے عرش پر مستوی ہے بغیر کیفیت اور تشبیہ کے۔ دیکھئے مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ (۳/ ۲۱۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے الامام العارف معمر بن احمد الاصبہانی رحمہ اللہ سے

نقل کیا کہ ” و إن اللّٰہ استوی علٰی عرشه بلا کیف و لا تشبیه ولا تأویل والاستواء معقول و الکیف فیه مجهول و أنه عزوجل [مستوٍ علٰی عرشه] بائن من خلقه و الخلق بائنون منه ، بلا حلول ... “اور بے شک اللہ اپنے عرش پر مستوی ہوا، بغیر کیفیت، تشبیہ اور تاویل کے، استواء معقول ہے اور کیفیت مجہول ہے اور بے شک وہ اپنے عرش پر مستوی ہے۔ عزوجل، اپنی مخلوقات سے جدا ہے اور مخلوق اس سے جدا ہے، بغیر حلول کے... (الاستقامہ لابن تیمیہ ج ا ص ۱۶۸)

معلوم ہوا کہ جلوس کے لفظ کی نسبت حافظ ابن تیمیہ پر افتراء ہے۔ رہا مسئلہ عرش پر اللہ تعالیٰ کا مستوی ہونا تو یہ قرآن، حدیث اور اجماع سلف صالحین سے ثابت ہے۔

مشہور مفسرِ قرآن امام مجاہد (تابعی) رحمہ اللہ نے استوی کی تفسیر میں فرمایا: ” علا علی العرش “ عرش پر بلند ہوا۔ (صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۳/۴۰۳ قبل ح ۷۴۱۸، تفسیر الفریابی بحوالہ تغلیق التعلیق ۵/۳۴۵)

تنبیہ: روایتِ مذکورہ میں عبداللہ بن ابی نجیح مدلس تھے لیکن صحیحین میں مدلسین کی روایات سماع پر محمول ہیں لہٰذا یہاں تدلیس کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

نیز دیکھئے تفسیر ابن کثیر (نسخہ محققہ دار عالم الکتب ج ٦ ص ۳۱۹)

فائدہ: آج کل بہت سے دیوبندیوں نے کلبی (کذاب) کی روایت کردہ تفسیر ابن عباس کو سینے سے لگا رکھا ہے، حالانکہ اس من گھڑت تفسیر میں استوی کا مفہوم: ” استقر “ لکھا ہوا ہے۔ دیکھئے تنویر المقباس (ص ۱۰۳)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے استوی کی تشریح میں استقر اور ظہر وغیرہ اقوال ذکر کر کے فرمایا: حسن (بصری کا قول: علا، ارتفع) اور (امام) مالک (المدنی کا قول: استواء معلوم اور کیفیت مجہول) سب سے بہترین جواب ہے۔ دیکھئے مجموع فتاویٰ (ج ۵ ص ۵۱۹، ۵۲۰)

استویٰ کا معنی و مفہوم ” استولیٰ “ کسی ایک صحابی، تابعی، تبع تابعی یا مستند امام سے ثابت نہیں ہے، رہے ماتریدیہ اور کلابیہ وغیرہ تو سلف صالحین کے خلاف اُن کے افعال و اقوال کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ سرے سے مردود ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا قرآن، حدیث، اجماع اور آثار سے ثابت ہے۔اس عظیم الشان عقیدے کے تفصیلی دلائل کے لئے حافظ ذہبی کی عظیم الشان اور شہرۂ آفاق کتاب" العلو للعلي الغفار " کا مطالعہ کریں جو کہ دو بڑی جلدوں میں عبداللہ بن صالح البراک کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے، جو ۱۶۴۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ والحمدللہ

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کے کلام اللہ ہونے اور اللہ تعالیٰ کے اپنے عرش پر مستوی ہونے کے صحیح عقیدوں کی وجہ سے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ پر کشمیری اور بجنوری وغیرہما کا تنقید کرنا غلط اور باطل ہے۔

کشمیری کا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو دارالتقلید (مدرسۂ دیوبند) میں داخل نہ ہونے دینا، ابن تیمیہ کے لئے نقصان کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ وہ تو دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں اور ملا علی قاری حنفی کی تصریح کے ساتھ اولیائے اُمت میں سے تھے۔

دیکھئے جمع الوسائل فی شرح الشمائل (۲۰۷/۱) اور ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد ۵۸ ص ۱۳)

اولیاء اللہ کا موت کے بعد مقام جنت ہے، نہ کہ مدرسۂ دیوبند جو کہ بستی کی غلاظتوں کے ڈھیر اور کوڑے کرکٹ کی جگہ پر تعمیر کیا گیا۔ دیکھئے فخر العلماء (تصنیف اشتیاق اظہر ص ۶۴) مبشرات دارالعلوم (ص ۲۷ تصنیف انوار الحسن ہاشمی) اور علماء ہند کا شاندار ماضی (ج ۵ ص ۶۴) اور جو بتوں کی عبادت کرنے والے ہندوؤں میں گھرا ہوا ہے۔ مدرسۂ دیوبند میں اندھی تقلید، ابن عربی اور حسین بن منصور الحلاج کے تصوف، باطل تاویلات وتحریفات اور بدعات و ضلالات کے سوا کیا ہے کہ اولیاء الرحمٰن اُس کا دورہ کریں اور تقلیدی حضرات اُن پر پابندیاں لگاتے پھریں۔ سبحان اللہ! وما علینا إلا البلاغ (۲۹/ مارچ ۲۰۰۹ء)

محمد زبیر صادق آبادی

ماسٹر امین اوکاڑوی کی دورُخی

(۲)

ایک اہل حدیث عالم مولانا شمشاد سلفی حفظہ اللہ نے ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی کے ساتھ مناظرہ میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب: کتاب القراءۃ سے فاتحہ خلف الامام کے متعلق ایک حدیث پیش کی تو اوکاڑوی نے کہا: ''اب کتاب القرأت للبیھقی جو چھوٹی سی کتاب ہے یہ ان کی آخری پناہ گاہ ہے۔ یہ ساری تقریر مقلد کے خلاف کرنے والا ایک شافعی مقلد کی چوکھٹ پر چلا گیا ہے'' (فتوحات صفدر جلد ا ص ۴۱۶، دوسرا نسخہ ص ۳۷۹)

جبکہ دوسری طرف امین اوکاڑوی نے احمد سعید ملتانی مماتی (دیوبندی) کے ساتھ مناظرہ میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی ایک چھوٹی سی کتاب سے اپنا عقیدہ ثابت کرنے کے لئے ایک روایت پیش کی تو محمود عالم صفدر دیوبندی کے بقول احمد سعید ملتانی نے کہا: ''اگر قرآن سے دعوی ثابت نہیں ہوسکتا تو پھر دلائل کی بھرمار کرنے کے لئے ہر روایت جو کسی چھوٹی موٹی کتاب میں لکھی ہوئی ہو آپ پڑھنا شروع کردیں، میں پڑھنا شروع کروں''

(فتوحات صفدر جلد ۲ ص ۴۰۲)

تو اوکاڑوی حیاتی دیوبندی نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی تعریف میں احمد سعید ملتانی مماتی دیوبندی سے مخاطب ہو کر کہا: ''جیسے امام بخاریؒ اپنی سند سے حدیث نقل کرتے ہیں، امام مسلمؒ اپنی سند سے حدیث نقل کرتے ہیں ایسے ہی امام بیھقیؒ بھی اپنی سند سے حدیث نقل کرتے ہیں کتاب کے چھوٹے یا بڑے ہونے کا سوال نہیں، حدیث سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں'' (فتوحات صفدر جلد ۲ ص ۴۰۶)

یہ ہے ماسٹر امین اوکاڑوی کی واضح دورُخی کہ جب کسی نے ماسٹر امین کی مرضی کے خلاف کوئی حدیث پیش کی تو ماسٹر امین نے کتاب پر ایسا اعتراض کردیا جو خود ان کے اپنے

نزدیک بھی فضول اعتراض تھا۔

باقی رہا ماسٹر امین اوکاڑوی کا اہل حدیث عالم کو ترک تقلید کا طعنہ دینا تو عرض ہے کہ اوکاڑوی نے بھی امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب سے حدیث پیش کی ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ کے متعلق خود ماسٹر اوکاڑوی نے کہا: ''اس سند کے پہلے دو راوی امام بیہقی ہیں جو امام شافعیؒ کے مقلد ہیں اور احناف کے خلاف سخت تعصب رکھتے تھے...'' (تجلیات صفدر جلد۲ ص ۳۸۴)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق اوکاڑوی نے کہا: ''میں تو ابن عدی کے امام، امام شافعیؒ کا بھی مقلد نہیں'' (تجلیات صفدر جلد۲ ص ۹۳)

امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ''ہم ابن ابی حاتم کے امام، امام شافعیؒ کو نہیں مانتے۔'' (فتوحات صفدر جلد۱ ص ۱۶۹، دوسرا نسخہ ص ۱۴۶)

اوکاڑوی کی مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید نہ کرنے کے مسئلہ میں اوکاڑوی اور اہلِ حدیث برابر ہیں۔ اور اوکاڑوی اصول کے مطابق اگر کوئی شخص کسی کی تقلید کا انکار کرنے کے باوجود اس کی کتاب سے حدیث پیش کرے تو گویا وہ اس کی چوکھٹ پر چلا گیا۔ ماسٹر امین اوکاڑوی نے تو جہاں جانا تھا چلے گئے، اب دیوبندی ہی بتائیں! کیا ماسٹر امین اوکاڑوی امام بیہقی رحمہ اللہ کی چوکھٹ پر گیا تھا جو بقول اوکاڑوی احناف کے خلاف سخت تعصب رکھتے تھے یا... [ختم شُد]

تحذیر

کسی پروفیسر حافظ اظہر محمود نے ''سیرتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں تاریخ طبری اور البدایہ والنہایہ وغیرہما تاریخی کتابوں کی ضعیف و مردود تاریخی روایات سے استدلال کیا ہے، جو کہ تحقیق کے سراسر منافی ہے۔ اس کتاب میں امام ابن شہاب الزہری وغیرہ کے بارے میں شیعہ ہونے کا جھوٹا پروپیگنڈا بھی کیا گیا ہے لہٰذا عوام کو چاہئے کہ ایسی غیر مستند اور مردود کتابوں سے اجتناب کریں۔

حافظ زبیر علی زئی

دجال اکبر کا خروج

(۲)

تنبیہ: صحیحین میں تمام مدلسین کی روایات تصریح سماع، معتبر متابعات اور صحیح شواہد پر مبنی ہیں۔ تفصیلی حوالوں کے لئے دیکھئے اصول حدیث کی کتابیں اور شرح صحیح مسلم للنووی (۱/۱۸ درسی نسخہ) وغیرہ .

محمد سرفراز خان صفدر دیوبندی حیاتی نے کہا: ''مدلس راوی عن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں اِلّا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں ۔ وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے۔ (مقدمۂ نووی ص ۱۸، فتح المغیث ص ۷۷ وتدریب الراوی ص ۱۴۴)'' (خزائن السنن ۱/۱)

بعض جاہل لوگ ادراج اور مدرج کی جرح کر کے بعض ثقہ راویوں کو گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس جرح کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں ہے، صرف مدرج کو غیر مدرج سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور بس!'' (صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ ص ۲۰۔۲۲ بتعدیل یسیر)

محمد ہادی نامی ایک منکرِ حدیث نے ''قرآن کی روشنی میں تجزیہ دجال کے کارنامے'' نامی پمفلٹ لکھا ہے، جس میں احادیثِ صحیحہ متواترہ کو پرویز کی طرح قرآن سے ٹکرا کر رد کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے اعتراضات کے مختصر اور جامع جوابات درج ذیل ہیں:

۱: دجال کا مُردے کو زندہ کرنا.... درج بالا آیت میں تمام مخلوق میں سے کسی مردے کو زندہ کرنے کی نفی کی گئی ہے اسلئے دجال کے اس کام پر یقین رکھنا کفر ہے....''

(دجال کے کارنامے ص ۳)

دجال کے بارے میں ابن منظور لغوی کا قول گزر چکا ہے کہ اُس کا دجل اُس کا سحر (جادو) اور جھوٹ ہے۔ (دیکھئے لسان العرب ج ۱۱ ص ۲۳۶)

لہٰذا یہ مارنا اور زندہ کرنا دجال کا جادو ہوگا، جس طرح مداری لوگ جادو اور نظر بندی کے ذریعے سے ایک آدمی کو قتل کر کے زندہ کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے بعض تماشے میں نے خود دیکھے ہیں۔ حضرو شہر میں ایک گنجا مداری آتا تھا پھر وہ ایک شخص پر چادر ڈال کر اس کا سر دھڑ سے جدا کر دیتا تھا بعد میں اس سر کو دھڑ سے ملا کر چادر سے زندہ شخص کو باہر نکال دیتا تھا۔

اگر اس میں حقیقی مارنا جلانا بھی مراد لیا جائے تو ایسا کام لوگوں کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوگا اور جب اللہ اُس سے اذن لے لے گا تو پھر دجال جس شخص کو قتل کرنا چاہے گا، نہیں کر سکے گا جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔

صحیحین کی متفق علیہ (صحیح بخاری: ۱۸۸۲، ۷۱۳۲، صحیح مسلم: ۲۹۳۸) روایت (جس میں دجال کا ایک شخص کو قتل کرنا اور پھر زندہ کرنا مذکور ہے) کی سند پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد ہادی نے کہا: ''درج بالا روایت قرآن مجید کے خلاف ہے اور اصول احادیث میں یہ اصول اظہر من الشّمس ہے کہ اگر ایسی روایت جس کی اسناد بالکل صحیح ہو لیکن روایت کا متن خلاف قرآن ہو تو وہ روایت باوجود صحیح السند ہونے کے موضوع روایت ہوگی (المنار المنیف)''

(دجال کے کارنامے ص۴)

دجال والی روایت قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے کیونکہ قرآن میں یہ کہیں بھی نہیں لکھا ہوا کہ دجال (جادو کی وجہ سے یا اللہ کی اجازت سے) مُردوں کو زندہ نہیں کرے گا۔

خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل پیش کرنا غلط ہے۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد: ٦٠ ص ۲۲۔ ۳۸)

اصولِ حدیث یا المنار المنیف میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ اگر بالکل صحیح روایت کا متن خلاف قرآن ہو تو وہ روایت باوجود صحیح السند ہونے کے موضوع ہوگی۔

حافظ ابن القیم نے بعض موضوع روایات کی پہچان یہ بتائی ہے کہ

۱: اس میں ایسے الفاظ ہوں جن کا صدور نبی ﷺ سے ناممکن ہے۔

۲: حِس (حواس خمسہ) کے خلاف ہو۔

٣: صریح سنت کے خلاف ہو۔

٤: فی نفسہ باطل ہو۔

٥: تاریخ کے خلاف ہو۔

٦: جس کے باطل ہونے پر صحیح دلائل ہوں۔

٧: صریح قرآن کے خلاف ہو۔ وغیرہ (دیکھئے المنار المنیف ص٤٣ تا ٨٠)

اس باب میں حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے ایک موضوع و بے اصل روایت (دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور ہم ساتویں میں ہیں) ذکر کر کے صریح قرآن و احادیثِ صحیحہ سے اس کا رد کیا۔

یاد رہے کہ قرآن میں صریحاً دجال کا نام نہیں ہے لہٰذا احادیثِ دجال کو قرآن کے خلاف قرار دینا حافظ ابن القیم کے نزدیک بھی غلط ہے۔ حافظ ابن القیم تو خروجِ دجال والی احادیث پر ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ انھوں نے دجال کی حدیث مذکور (جس میں قتل کرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا ذکر ہے) سے اپنی مشہور کتاب: الطرق الحکمیہ فی السیاستہ الشرعیہ میں استدلال کیا۔ دیکھئے صفحہ ٢٩٤ (فصل: فی مواضع القرعۃ)

انھوں نے اصحاب الحدیث اور اہل سنت سے نقل کیا کہ وہ دجال کے ذکر والی احادیث کی تصدیق کرتے ہیں۔ دیکھئے حادی الارواح (ص ٤٢)

انھوں نے دجال کی اس حدیث کو ثابت کہا، جس میں آیا ہے کہ دجال کے پاس جنت اور آگ (جہنم) ہوگی۔ دیکھئے احکام اہل الذمہ (ج ٢ ص ٦٥٦/٢)

حافظ ابن القیم نے فرمایا: "**و نقر بخروج الدجال کما جاء ت به الروایة عن رسول الله**" "ہم خروجِ دجال کا اقرار کرتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ (ﷺ) سے روایت آئی ہے۔ (اجتماع الجیوش الاسلامیہ ج ١ ص ١٨٧، ائمہ الکلام من اہل الاثبات المخالفین، بحوالہ المکتبۃ الشاملہ)

المنار المنیف میں بھی انھوں نے دجال کا ذکر اثباتاً کیا ہے۔

دیکھئے ص ١١٤ (فقرہ: ٢٣١) وغیرہ

منکرینِ حدیث کا یہی طریقۂ واردات ہے کہ وہ جھوٹ بولتے، عبارتوں میں تحریف کرتے اور کتاب اللہ کو خود ساختہ معانی کا جامہ پہناتے ہیں۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ تو دجال کے بارے میں وارد شدہ احادیثِ صحیحہ کا اقرار کرتے تھے مگر محمد ہادی نے جھوٹ بولتے ہوئے انھیں اُس صف میں کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے جو احادیثِ صحیحہ صریحہ کو اپنے مفہوم القرآن اور مطالب القرآن وغیرہ سے ٹکرا کر رد کر دیتے ہیں۔ واللہ من ورائھم محیط

محمد ہادی نے صحیحین کی حدیث کو ضعیف قرار دے کر ابراہیم بن سعد پر جرح کر دی اور امام ابن شہاب زہری کے بارے میں لکھا: ''جو باوجود ثقہ ہونے کے مدلس ہے...''

(دجال کے کارنامے ص۴، ۵)

ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ کو امام احمد بن حنبل، امام ابن معین، امام عجلی اور جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا لہٰذا اُن پر بعض کی جرح مردود ہے۔

روایتِ مذکورہ میں شعیب بن ابی حمزہ اور عقیل بن خالد دونوں نے ابراہیم بن سعد کے استاذ صالح بن کیسان کی متابعت کر دی ہے لہٰذا ابراہیم مذکور پر اعتراض سرے سے مردود ہے۔

امام ابن شہاب الزہری نے اخبرنی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کہہ کر سماع کی تصریح کر دی ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۱۸۸۲) لہٰذا تدلیس کا اعتراض باطل ہے۔

۲: دجال کا بارش برسانا اور غلہ اُگانا (دجال کے کارنامے ص۵)

یہ سب جادو کی قسم سے ہے جیسا کہ نمبر ا کے جواب میں گزر چکا ہے۔

صحیح مسلم کی روایت کے دو راویوں ولید بن مسلم اور عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر پر محمد ہادی (منکر حدیث) نے جرح کی ہے جو جمہور کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہے۔

۳: کیا دجال کے پاس خزانے ہیں؟ (دجال کے کارنامے ص۷)

روایتِ مذکورہ کسی آیت کے خلاف نہیں ہے۔ قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں آیا کہ دجال کے پاس خزانے نہیں ہوں گے۔ جیورج بش، ٹونی بلیئر اور طواغیت الارض کے پاس

دنیاوی دولت کے خزانے ہی خزانے ہیں، جن کی وجہ سے بہت سے حکمران ان سے بھیک مانگنے کے لئے دُم ہلاتے ہوئے حالتِ سجدہ میں سر دھرے رہتے ہیں۔

۴: دجال کا عالم الغیب کا دعویٰ اور غیب کی خبریں دینا۔ (دجال کے کارنامے ص ۸۔۱۱)

کذاب اور دجال کا عالم الغیب ہونے کا دعویٰ، اس کی دلیل ہے کہ وہ کذاب اور دجال ہے۔ رہی غیب کی بعض خبریں تو بعض شیاطین کا الملاء الاعلیٰ کی بعض خبریں سُن لینا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ دیکھئے سورۃ الصّٰفّٰت (آیت نمبر ۸ تا ۱۰)

۵: دجال زمین میں کتنی مدت ٹھہرے گا؟ (دجال کے کارنامے ص ۱۱)

زمین پر دجال کے ظہور پذیر ہونے کے بعد ایک دن کا سال کے برابر ہونا کسی آیت کے خلاف نہیں ہے مگر محمد ہادی نے اس کا انکار کرنے کے لئے عبیداللہ بن معاذ پر جرح کر دی ہے۔ یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے:

اول: عبیداللہ بن معاذ کو ابو حاتم الرازی، ابن حبان اور جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے لہٰذا اُن پر امام ابن معین رحمہ اللہ کی جرح مرجوح اور غلط ہے۔

دوم: عبیداللہ بن معاذ اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ یہی روایت محمد بن جعفر نے بھی بیان کی ہے بلکہ انھوں نے کئی دفعہ یہ حدیث امام شعبہ سے سُنی تھی۔ دیکھئے صحیح مسلم (۲۹۴۰)

۶: دجال کے ہمراہ جنت اور دوزخ ہوگی۔ (دجال کے کارنامے ص ۱۳)

روایتِ مذکورہ سے حافظ ابن القیم (المنار المنیف کے مصنف) نے بھی استدلال کیا ہے جیسا کہ سابقہ صفحات پر گزر چکا ہے۔ محمد ہادی نے ابو معاویہ محمد بن خازم الضریر پر بذریعۂ آجری امام ابوداود کی جرح نقل کر دی جو کہ تین وجہ سے مردود ہے:

اول: آجری بذاتِ خود مجہول الحال ہے۔ کما تقدم

دوم: یہ جرح جمہور کے خلاف ہے کیونکہ امام عجلی، نسائی، یعقوب بن شیبہ اور جمہور محدثین نے ابو معاویہ کی توثیق کی ہے۔

سوم: روایتِ مذکورہ میں ابو معاویہ کا تفرد نہیں بلکہ یہی روایت دوسری سند (ربعی بن حراش

عن حذیفہ رضی اللہ عنہ) سے بھی ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۲۹۳۴)

۷: دجال کہاں رہائش پذیر ہے؟ (دجال کے کارنامے ص۱۴)

شک کے بعد یقین والی روایت ناسخ اور سابقہ روایت منسوخ ہے لہٰذا اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حسین بن ذکوان پر اعتراض دو وجہ سے مردود ہے:

اول: جمہور محدثین نے اُن کی توثیق کی ہے۔

دوم: حسین بن ذکوان اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ اسے سیار ابوالحکم اور غیلان بن جریر وغیرہما نے بھی امام شعبی سے روایت کیا ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۲۹۴۲)

۸: ''عیسیٰ علیہ السلام ہی مسیح ہیں اور دجال مسیح نہیں ہیں'' (دجال کے کارنامے ص۱۵)

اگر کمپوزنگ یا کتابت کی غلطی نہیں تو معلوم نہیں کہ محمد ہادی نے دجال کے لئے صیغۂ احترام کیوں استعمال کیا ہے؟ نیز عرض ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مسیح ہدایت ہیں اور دجال مسیح ضلالت ہوگا۔

قرآن میں مسیح ہدایت کا ذکر ہے اور یہود جس کے منتظر ہیں وہ مسیح ضلالت ہوگا جس کا احادیث میں ذکر آیا ہے۔

ان اعتراضات کے بعد محمد ہادی نے ''دجال کے متعلق متضاد روایات'' کا باب باندھ کر اپنے خیال میں تضادات پیش کئے ہیں، ان تضادات کا جائزہ درج ذیل ہے:

۱: دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا.... دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔

(دجال کے کارنامے ص۱۵،۱۶)

دجال کی دونوں آنکھوں میں نقص ہوگا: ایک مطموسہ (مٹی ہوئی) اور دوسری ممسوحہ (نہ آنکھ نظر آئے اور نہ ابرو) دیکھئے شرح صحیح مسلم للنووی (ج ۱ ص ۹۶)

لہٰذا کسی کو دائیں آنکھ کانی نظر آئے گی اور کسی کو بائیں آنکھ کانی نظر آئے گی۔ بہت سے ایسے بدنصیب بھی ہوں گے جو دجال میں خدا یا رسول کی صفات سمجھ اُس کی پیروی کریں گے اور انھیں اس کا کفر یا کانا پن نظر ہی نہیں آئے گا۔

زمین پر چھ کا ہندسہ انگریزی میں لکھ کر دونوں مخالف طرفوں پر آدمی کھڑے کر دیں تو ایک گروہ کو 6 کا ہندسہ نظر آئے گا اور دوسرے گروہ کو 9 کا ہندسہ۔

اپنے اپنے ایمان و عقائد کے مطابق دجال کا نظارہ ہوگا۔

۲: عیسیٰ علیہ السلام کا امامت کرانا.... عیسیٰ علیہ السلام کا امامت نہ کرانا۔

(دجال کے کارنامے ص ١٧، ١٨)

جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پہلی مرتبہ آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے تو آپ امامت نہیں کروائیں گے بلکہ اُمتی بن کر امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ اُمتی کی حیثیت سے نازل ہوئے ہیں اور بعد میں آپ امامت کروائیں گے اور امام مہدی و مسلمین آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں گے، اس میں تضاد کی کیا بات ہے؟

۳: دجال کا مکہ میں داخل نہ ہونا.... دجال کا مکہ (بیت اللہ) میں داخل ہو کر طواف کرنا''

(دجال کے کارنامے ص ١٩)

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ مکہ اور مدینہ میں دجال (اپنے خروج کے بعد) داخل نہیں ہو سکے گا جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور جس حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ دجال بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دجال اپنی فوجوں کے ساتھ سرزمین مکہ و مدینہ کو گھیر لے گا لیکن یاد رہے کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

خواب کی ہر بات ظاہر پر محمول نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات تعبیر کی جاتی ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب میں دیکھا تھا کہ گائیں ذبح ہو رہی ہیں اور پھر اس کی تعبیر یہ نکلی کہ بہت سے صحابۂ کرام اُحد میں شہید ہوئے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ٧٠٣٥)

معلوم ہوا کہ عالم بیداری اور خواب والی احادیث میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

۴: دجال کا مدینہ میں ہونا۔ (دجال کے کارنامے ص ٢٠)

دجال کے بارے میں بعض صحابۂ کرام کا قسمیں کھانا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے، وہی

کے نزول سے پہلے تھا۔ دوسرے یہ کہ اگر ابن صیاد ہی دجال اکبر ہوا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ دجال دنیا میں اپنے خروج کے بعد مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا اور اگر ابن صیاد دجال اکبر نہ ہوا تو منسوخ آثار سے استدلال غلط ہے۔

۵: ''ایمان کا قابلِ قبول نہ ہونا.... ایمان کا قابل قبول ہونا'' (دجال کے کارنامے ص ۲۱)

بعض لوگوں کا ایمان قابلِ قبول ہوگا، جو خلوص دل سے سچا ایمان لائیں گے اور بعض لوگوں کا ایمان قابلِ قبول (مقبول) نہیں ہوگا کیونکہ یہ اوپر سے لا الٰہ (کہنے والے) اور اندر سے کالی بلا (یعنی منافق) ہوں گے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اشراط الساعۃ کے ظہور کے وقت ایمان لانا قابلِ قبول ہو اور تمام اشراط کے واقع ہونے کے بعد قابلِ قبول نہ ہو۔

دو مختلف حالتوں کی وجہ سے تضاد کشید کرنا غلط ہے۔

قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے والے کفار کی دو حالتیں قرآن مجید میں مذکور ہیں:

اول: اندھے بہرے ہوں گے۔ (دیکھئے سورۂ بنی اسرائیل: ۹۷)

دوم: دیکھیں گے اور سنیں گے۔ (دیکھئے سورۃ السجدہ: ۱۲)

اگر کوئی ان آیات کی وجہ سے قرآن میں تضاد کا دعویٰ کر دے تو اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ دو صحیح دلیلوں میں جمع وتوفیق اور تطبیق دینی چاہئے یا ایک دوسرے سے ٹکرا کر تضاد وتعارض ثابت کیا جائے؟

ان خود ساختہ تضادات کے رد کے بعد محمد ہادی (سابق: ڈاکٹر مسعود عثمانی پارٹی) کے چند شبہات کا ازالہ پیشِ خدمت ہے:

۱: ''کیا عیسیٰ علیہ السلام کو یہ حق حاصل ہے کہ جہاد و جزیہ جو قرآن کا حکم ہے منسوخ کر دے؟'' (دجال کے کارنامے ص ۲۳)

عرض ہے کہ قرآنی حکم کے مطابق کفار سے جہاد کیا جاتا ہے اور یہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جزیہ بھی کفار سے ہی وصول کرنا چاہئے لیکن جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے

نزول کے بعد زمین پر کوئی کافر باقی نہیں رہے گا، سب مر جائیں گے یا مسلمان ہو جائیں گے تو پھر کس کے خلاف جہاد کیا جائے گا اور کس سے جزیہ لیا جائے گا؟

جہاد اور جزیہ کا ایک خاص وقت عارضی طور پر موقوف ہو جانا، جب پوری زمین پر ایک کافر بھی باقی نہ رہے، کس آیت کریمہ کے خلاف ہے؟

منکرینِ حدیث کو سمجھ ہی نہیں آتی کہ وہ اعتراض کس طرح کریں؟

۲: سابقہ نبی اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اُمتی کی حیثیت سے نازل ہونا کسی آیت کریمہ کے خلاف نہیں ہے مگر محمد ہادی نامی منکرِ حدیث اسے خلاف سمجھتا ہے۔

سبحان اللہ!

یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر جو وحی نازل ہوگی وہ یہ کہ مسلمانوں کو وہاں لے جاؤ، جہاد کرو، تمھارا جنت میں یہ مرتبہ ہے۔ وغیرہ، رہا مسئلہ دین کا تو دینِ اسلام مکمل ہے، دین کے بارے میں کوئی نئی وحی نازل نہیں ہوگی۔ صحیح مسلم میں لکھا ہوا ہے کہ

"فأمکم بکتاب ربکم تبارك و تعالیٰ و سنة نبیکم ﷺ"

پھر وہ تمھارے رب تبارک وتعالیٰ کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت سے تمھاری امامت کرائیں گے۔ (ح ۱۵۵، کتاب الایمان:۲۴۶)

۳: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جسے یہ بتائیں گے کہ تمھارا جنت میں یہ یا اتنا مرتبہ ہے تو یہ اللہ کی وحی سے بتائیں گے۔

۴: "عیسیٰ علیہ السلام کے بال سیدھے تھے... عیسی علیہ السلام کے بال گھونگریالے تھے"

(دجال کے کارنامے ص۳۰، ۳۱)

یہ دو حالتیں ہیں: جب نازل ہوں گے بال سیدھے (اور کنگھی کئے ہوئے) ہوں گے، جیسے کہ (ابھی) غسل فرمایا ہے اور بعد میں دوسرے موقع پر بال گھونگریالے ہوں گے۔

اس قسم کے اعتراضات کے جوابات علمائے اسلام بہت عرصہ پہلے دے چکے ہیں۔

مثلاً دیکھئے محمدیہ پاکٹ بک (ص ۵۹۴۔۵۹۵)

[ختم شد]

حافظ زبیر علی زئی

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور امام ابن شہاب الزہری

متواتر اَحادیث سے ثابت ہے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قیامت سے پہلے (آسمان سے) نازل ہوں گے اور دجالِ اکبر کو قتل کریں گے۔ ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ (متوفی ۳۲۹ھ) نے فرمایا:

''و أجمعت الأمة علٰی أن اللّٰہ عزوجل رفع عیسٰی إلی السماء ''

اور اُمت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھا لیا ہے۔ (الابانہ عن اصول الدیانہ ص ۳۴)

مشہور مفسر ابن عطیہ (الغرناطی) نے کہا: حدیث متواتر کے اس مضمون پر اُمت کا اجماع ہو چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور وہ آخری زمانے میں نازل ہوں گے۔ (تفسیر البحر المحیط لابی حیان الاندلسی ج ۲ ص ۴۹۷)

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی... اور علمی مقالات (ج ۱ ص ۸۷)

ان احادیث متواترہ کو بہت سے راویوں نے بیان کیا ہے، جن میں سے ایک امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ بھی تھے۔ امام زہری اولیائے اہلِ سنت میں سے تھے اور آپ کے ثقہ وصادق ہونے پر اتفاق (اجماع) ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

ابن شہاب ایسے دور میں باقی رہے، جب دنیا میں اُن جیسا کوئی نہیں تھا۔

(الجرح والتعدیل ۸/۷۲ وسندہ صحیح)

امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز الاموی الخلیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: تمھارے پاس زہری جو کچھ سند کے ساتھ لے کر آئیں تو اسے مضبوطی سے پکڑ لو۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۹۶۰ وسندہ صحیح)

تفصیل کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات (ج ۱ ص ۸۹ تا ۱۰۰)

بعض لوگ امام زہری کا نام لے کر نزولِ مسیح کی احادیث صحیحہ ومتواترہ کا انکار کر دیتے

ہیں لہٰذا امام ابن شہاب الزہری کی ثقاہت، عدالت، امانت اور امامت پر اتفاق کے باوجود وہ احادیث پیشِ خدمت ہیں جنھیں امام زہری کے علاوہ دوسرے راویوں نے بیان کیا ہے تاکہ منکرینِ حدیث پر حجت تمام کردی جائے اور اُن کا کوئی عذر و بہانہ باقی نہ رہے:

۱) امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا:

"حدثنا قتيبة بن سعيد : حدثنا ليث عن سعيد بن أبي سعيد عن عطاء بن ميناء عن أبي هريرة أنه قال قال رسول الله ﷺ : ((والله! لينزلنّ ابن مريم حكمًا عادلاً، فليكسرنّ الصليب وليقتلنّ الخنزير...)) إلخ

ہمیں قتیبہ بن سعید (الثقفی) نے حدیث بیان کی (کہا): ہمیں لیث (بن سعد المصری) نے حدیث بیان کی، وہ سعید بن ابی سعید (المقبری) سے، وہ عطاء بن میناء سے، وہ ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ابن مریم تمھارے درمیان عادل حاکم کی حیثیت سے ضرور نازل ہوں گے پھر وہ صلیب کو یقیناً توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کردیں گے... الخ (صحیح مسلم: ۲۴۳/۱۵۵، دارالسلام: ۳۹۱)

اس سند کے راویوں کا مختصر اور مفید تعارف درج ذیل ہے:

۱: قتیبہ بن سعید الثقفی: **ثقة ثبت** (تقریب التہذیب: ۵۵۲۲)

۲: لیث بن سعید: **ثقة ثبت فقيه إمام مشهور** (تقریب التہذیب: ۵۶۸۴)

۳: سعید بن ابی سعید المقبری: **ثقة إلخ** (تقریب التہذیب: ۲۳۲۱)

لیث بن سعد کی سعید بن ابی سعید سے روایات سعید کے اختلاط و تغیر سے پہلے کی ہیں۔

۴: عطاء بن میناء المدنی: **صدوق** (تقریب التہذیب: ۴۶۰۲)

سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول والی روایات سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے درج ذیل تابعین نے بھی بیان کی ہیں:

۱: یزید بن الاصم رحمہ اللہ (مصنف عبدالرزاق: ۲۰۸۴۶، کتاب الایمان لابن مندہ: ۴۱۷ وسندہ حسن)

۲: کلیب بن شہاب رحمہ اللہ (کشف الاستار ۴/۱۴۲-۱۴۳ ح ۳۳۹۶ وسندہ صحیح)

اس حدیث میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کی صراحت ہے۔

۳: ولید بن رباح رحمہ اللہ (مسند احمد ۲/ ۳۹۴ ح ۹۱۲۱ وسندہ حسن)

۴: ابو صالح ذکوان (صحیح مسلم: ۲۸۹۷، دار السلام: ۷۲۷۸)

۵: عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج (الاوسط للطبرانی: ۵۴۶۰ وسندہ حسن)

نزولِ مسیح والی حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متواتر ہے۔

☆ قادیانیوں پر بطورِ الزامِ حجت عرض ہے کہ مرزا غلام قادیانی (متنبّی کذاب) نے لکھا ہے: '' والقسم یدل علی أن الخبر محمول علی الظاهر لا تأویل فیه ولا استثناء '' [اور قسم اس پر دلالت کرتی ہے کہ خبر (پیشین گوئی) ظاہر پر محمول ہے، نہ اس میں تاویل ہے اور نہ اس میں استثناء] (حمامۃ البشریٰ ص ۵۱، روحانی خزائن ج ۷ ص ۱۹۲)

نزولِ مسیح والی حدیث چونکہ قسم کے ساتھ مشروط ہے لہٰذا اس (قادیانی) اصول سے بھی ثابت ہوا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پیدا نہیں ہوں گے بلکہ آسمان سے نازل ہوں گے۔

فائدہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی عیسیٰ بن مریم کو پائے تو انھیں ابو ہریرہ کی طرف سے سلام کہے، وہ سرخ اور روشن چہرے والے نوجوان ہیں۔ الخ

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/ ۱۵۶، ۱۵۷ ح ۳۷۵۱۱ وسندہ صحیح)

۲) امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا: '' حدثنا الولید بن شجاع و هارون بن عبدالله و حجاج بن الشاعر قالوا: حدثنا حجاج وهو ابن محمد عن ابن جریج قال: أخبرني أبو الزبیر أنه سمع جابر بن عبدالله یقول: سمعت النبي صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ((لا تزال طائفة من أمتي یقاتلون علی الحق ظاهرین إلی یوم القیامة، قال: فینزل عیسی بن مریم علیہ السلام فیقول أمیرهم: تعال صلّ لنا، فیقول: لا، إن بعضکم علی بعض أمراء، تکرمة الله هذه الأمة.))

(سیدنا) جابر بن عبداللہ (الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قتال کرتا رہے گا، وہ قیامت تک

غالب رہیں گے، آپ نے فرمایا: پھر عیسیٰ بن مریم ﷺ نازل ہوں گے تو اس گروہ کا امیر (امام مہدی) انھیں کہے گا: آئیں! ہمیں نماز پڑھائیں، تو وہ (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) فرمائیں گے: نہیں، تم ایک دوسرے کے امراء ہو، اللہ نے اس اُمت کو تکریم (عزت) بخشی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۶، ترقیم دارالسلام: ۳۹۵)

۳) سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فبينما هو كذلك إذ بعث الله المسيح ابن مريم عليه السلام فينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق ، بين مهروذ تين واضعًا كفيه علٰى أجنحة ملكين ...)) إلخ

لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ اتنے میں اللہ (تعالیٰ) مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا تو وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے پاس، زرد رنگ کی دو چادریں پہنے، دو فرشتوں کے پروں پر اپنی دونوں ہتھیلیاں رکھے ہوئے نازل ہوں گے....الخ

(صحیح مسلم: ۲۹۳۷، دارالسلام: ۷۳۷۳)

اس روایت کو سیدنا نواس رضی اللہ عنہ سے جبیر بن نفیر الحضرمی، جبیر بن نفیر سے عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر، عبدالرحمٰن بن جبیر سے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر، عبدالرحمٰن بن یزید سے ولید بن مسلم، ولید سے ابوخیثمہ زہیر بن حرب اور محمد بن مہران الرازی نے بیان کیا ہے۔

اس حدیث کو ولید بن مسلم کے علاوہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر (صحیح مسلم: ۲۹۳۷) اور یحییٰ بن حمزہ (سنن ابن ماجہ: ۴۰۷٦) نے بھی عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے بیان کیا ہے اور المستدرک للحاکم (۴۹۲/۴۔۴۹۴ ح ۸۵۰۸) میں اس کی دوسری صحیح سند بھی ہے۔

٤) سیدنا ابوسریحہ حذیفہ بن اَسید الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اُس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک تم دس نشانیاں دیکھ لو۔ پھر آپ نے دجال، دابہ، مغرب کی طرف سے سورج کا طلوع ہونا، عیسیٰ بن مریم ﷺ کا نزول، یاجوج وماجوج

(کا خروج) اور.... کا ذکر کیا۔ الخ (صحیح مسلم: ۲۹۰۱، دارالسلام: ۷۲۸۵)

حدیث مذکور کو حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ نے، عامر بن واثلہ سے فرات القزاز اور فرات القزاز سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے سماع کی تصریح مسند الحمیدی (بتحقیقی: ۸۲۹، نسخہ دیوبندیہ: ۸۲۷) میں موجود ہے۔ والحمدللہ

۵) امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**حدثنا عبید اللّٰه بن معاذ العنبري: حدثنا أبي: حدثنا شعبة عن النعمان بن سالم قال: سمعت یعقوب بن عاصم بن عروة ابن مسعود الثقفي یقول: سمعت عبداللّٰه بن عمرو ... قال قال رسول اللّٰه** صلی اللہ علیہ وسلم: **((یخرج الدجال في أمتي فیمکث أربعین / لاأدري: أربعین یومًا أو أربعین شهرًا أو أربعین عامًا / فیبعث اللّٰه عیسٰی ابن مریم کأنه عروة ابن مسعود فیطلبه فیهلکه ...)) إلخ**

(سیدنا) عبداللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت پر دجال نکلے گا تو چالیس رہے گا/ (راوی نے کہا:) مجھے پتا نہیں کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال/ (آپ نے فرمایا:) پھر عیسیٰ بن مریم کو اللہ بھیجے گا گویا وہ عروہ بن مسعود (الثقفی رضی اللہ عنہ) سے مشابہ ہیں پھر وہ (عیسیٰ علیہ السلام) اسے (دجال کو) تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے.... الخ (صحیح مسلم: ۲۹۴۰، دارالسلام: ۷۳۸۱)

٦) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**حدثنا سلیمان بن داود قال: حدثنا حرب بن شداد عن یحي بن أبي کثیر قال: حدثني الحضرمي بن لا حق أن ذکوان أبا صالح أخبره أن عائشة أخبرته قالت .... فقال رسول اللّٰه** صلی اللہ علیہ وسلم: **((... حتی یأتي فلسطین باب لُدّ فینزل عیسٰی علیه السلام فیقتله ثم یمکث عیسٰی علیه السلام فی الأرض أربعین عامًا: إمامًا عدلاً و حکمًا مقسطًا.))**

(سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:.... حتیٰ کہ وہ (دجال)

فلسطین میں لُد (ایک علاقے) کے دروازے پر آئے گا پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اُسے قتل کر دیں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام زمین میں عادل امام اور عادل حاکم کی حیثیت سے چالیس سال رہیں گے۔ (مسند احمد ۲/۷۵ ح ۲۴۴۶۷ وسندہ حسن)

۷) امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

"حدثنا محمد بن بشار : حدثنا یزید بن ھارون : حدثنا العوام بن حوشب: حدثني جبلة بن سحیم عن مؤثر بن عفازة عن عبداللّٰہ بن مسعود قال: لما کان لیلة أسري برسول اللّٰہ ﷺ لقي إبراھیم و موسی و عیسی فتذاکروا الساعة فبدأوا بإبراھیم فسألوہ عنھا فلم یکن عندہ منھا علم ثم سألوا موسی فلم یکن عندہ منھا علم فرد الحدیث إلٰی عیسی ابن مریم فقال: قد عھد إليّ فیما دون و جبتھا فأما و جبتھا فلا یعلمھا إلا اللّٰہ ، فذکر خروج الدجال ، قال: فأنزل فأقتلہ ... " إلخ

(سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) سے ملاقات کی، پھر انھوں نے قیامت کے بارے میں گفتگو کی تو انھوں نے (سیدنا) ابراہیم (علیہ السلام) سے ابتدا کر کے سوال کیا لیکن اُن کے پاس اس (قیامت) کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ پھر انھوں نے (سیدنا) موسیٰ (علیہ السلام) سے پوچھا تو اُن کے پاس بھی قیامت کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا پھر جب بات (سیدنا) عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) تک پہنچی تو انھوں نے فرمایا: قیامت کے آجانے کے علاوہ میرے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے، رہا قیامت کا آجانا تو اس کا علم اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ پھر انھوں (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) نے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا: پھر میں نازل ہو کر اسے (دجال کو) قتل کروں گا.... الخ

(سنن ابن ماجہ: ۴۰۸۱ وسندہ صحیح وصححہ البوصیری والحاکم ۲/۴ ۳۸ ووافقہ الذہبی)

اس روایت کے راوی موثر بن عفازہ ثقہ تھے، انھیں امام عجلی، حافظ ابن حبان اور حاکم

وغیرہم نے ثقہ قرار دیا ہے لہٰذا شیخ البانی رحمہ اللہ کا انھیں مجہول قرار دینا غلط ہے۔

۸) امام طبرانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

'' حدثنا أحمد بن المعلى الدمشقي القاضي : ثنا هشام بن عمارة (ح) وحدثنا عبدان بن أحمد : ثنا هشام بن خالد قالا : ثنا محمد بن شعيب : ثنا يزيد ابن عبيدة عن أبى الأشعث الصنعاني عن أوس بن أوس عن النبي ﷺ قال: ((ينزل عيسى بن مريم عليه السلام عند المنارة البيضاء شرقي دمشق.))

(سیدنا) اوس بن اوس (الثقفی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے پاس نازل ہوں گے۔

(المعجم الکبیر ج ۱ ص ۲۱۷ ح ۵۹۰ وسندہ صحیح، وقال الہیثمی فی مجمع الزوائد ۸/ ۲۰۵: ورجالہ ثقات)

۹) امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

'' سليمان : حدثنا الجراح بن مليح : حدثنا الزبيدي عن لقمان بن عامر عن عبدالأعلٰى بن عدي البهراني عن ثوبان رضي الله عنه عن النبي ﷺ : ((عصابتان من أمتي أحرزهما الله من النار : عصابة تغزو الهند و عصابة مع عيسى بن مريم عليه الصلٰوة والسلام .)) ''

(سیدنا) ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کے دو گروہوں کو اللہ نے آگ (کے عذاب) سے بچالیا ہے: ایک گروہ جو ہند کے خلاف جہاد کرے گا اور دوسرا گروہ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوگا۔

(التاریخ الکبیر للبخاری ۶/ ۷۲، ۷۳ وسندہ حسن لذاتہ، المجتبیٰ للنسائی ۶/ ۴۲، ۴۳ ح ۳۱۷۷ بسند آخر)

نیز دیکھئے الحدیث (عدد ۴۳ ص ۵۵)

۱۰) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾ اور بے شک وہ (عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کا علم ہے۔ (الزخرف: ٦١)

اس آیت کی تشریح میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' **هو خروج عيسى ابن**

مريم عليه السلام قبل يوم القيامة '' اس سے مراد قیامت کے دن سے پہلے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا خروج ہے۔ (مسند احمد ۱/۳۱۷، ۳۱۸ ح ۲۹۱۸ وسندہ حسن)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

'' **حدثنا هاشم بن القاسم :حدثنا شيبان عن عاصم عن أبي رزين عن أبي يحي مولى ابن عقيل الأنصاري قال قال ابن عباس ...))**

تنبیہ: یہ روایت مرفوع حکماً ہے اور صحیح ابن حبان (الاحسان: ۶۷۷۸/ ۶۸۱۷) میں صراحت کے ساتھ مرفوعاً ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ﴿ قَبْلَ مَوْتِهِ ﴾ کی تفسیر میں ''موت عیسیٰ'' فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ ابھی تک عیسیٰ علیہ السلام پر موت نہیں آئی۔

دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر (ج ۵۰ ص ۳۵۹ وسندہ حسن)

۱۱) تابعی صغیر ابراہیم بن یزید النخعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

'' **إن المسيح خارج فيكسر الصليب و يقتل الخنزير ويضع الجزية .** ''

بے شک مسیح (علیہ السلام) نکلیں گے پھر وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵/ ۱۴۵ ح ۱۹۴۸۷ وسندہ حسن)

۱۲) تابعی ابو مالک غزوان الغفاری الکوفی رحمہ اللہ نے سورۃ الزخرف کی آیت نمبر ۶۱ (دیکھئے یہی مضمون، فقرہ: ۹) کی تشریح میں فرمایا:

'' **نزول عيسى بن مريم** '' عیسیٰ بن مریم کا نزول

(تفسیر ابن جریر الطبری ج ۲۵ ص ۵۴ وسندہ صحیح)

یعنی قیامت کے علم میں سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ہے۔

۱۳) مشہور ثقہ تابعی امام قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

(سیدنا) عیسیٰ بن مریم کا نزول قیامت کا علم ہے۔ (تفسیر طبری ج ۲۵ ص ۵۴ وسندہ صحیح)

نیز امام قتادہ نے ﴿ قَبْلَ مَوْتِهِ ﴾ کی تشریح میں '' **قبل موت عيسى** '' فرمایا ہے۔

دیکھئے الحدیث (عدد ۴۳ ص ۵٦)

۱۴) مشہور ثقہ تابعی امام حسن بصری رحمہ اللہ نے بھی سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول کو قیامت کا علم (یعنی نشانی) قرار دیا ہے۔

دیکھئے تفسیر ابن جریر الطبری (ج ۲۵ ص ۵۴ وسندہ صحیح)

امام حسن بصری نے مزید فرمایا: اللہ کی قسم! وہ (عیسیٰ) اب اللہ کے پاس زندہ ہیں لیکن جب آپ نازل ہوں گے تو سب آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

(تفسیر طبری ج ٦ ص ۱۴، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ج ۹ ص ۳۸۰ ح ۱۰۷۹۸)

نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد ۴۲ ص ٦۱)

۱۵) سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ عیسیٰ بن مریم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حجرۂ نبویہ میں) دفن ہوں گے۔ (سنن الترمذی: ۳٦۱۷ وقال: ''حسن غریب'' وسندہ حسن)

۱٦) اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی (تابعی صدوق) رحمہ اللہ نے قیامت سے پہلے (سیدنا) عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے خروج کو قیامت کی نشانی قرار دیا۔

(دیکھئے تفسیر ابن جریر طبری ج ۲۵ ص ۵۴ وسندہ حسن)

یہ وہ احادیث و آثار پیش کئے گئے ہیں جن کی سندوں میں امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ کا نام ونشان نہیں ہے، حالانکہ اس بارے میں امام زہری رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایتیں بھی صحیح ہیں جن میں انھوں نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔ والحمدللہ

خلاصۂ تحقیق یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت سے پہلے دجال کو قتل کرنے کے لئے آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے اور یہ احادیث اپنے مفہوم کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر صحیح ہیں۔ جو شخص آسمان سے نزولِ مسیح کا منکر ہے وہ صرف امام بن شہاب الزہری کا مخالف نہیں بلکہ قرآن، احادیث صحیحہ، آثارِ صحابہ اور تمام آثارِ سلف صالحین کا سو فیصد مخالف اور منکرِ حدیث ہے۔ وما علينا إلا البلاغ

(۲۲/ جولائی ۲۰۰۹ء)

اللہ پر توکل اور تقدیر

﴿ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ کہہ دو! ہمیں صرف وہی (نفع یا نقصان) پہنچتا ہے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھا ہے، وہی (اللہ) ہمارا مولیٰ ہے اور مومنوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔ (التوبہ:۵۱)

فقہ القرآن:

۱: لغت میں مولیٰ کے بہت سے معنی ہیں:

پروردگار، مالک آقا، کسی کام کا منتظم یا انجام دہندہ، مخلص دوست، ساتھی رفیق، معاہد حلیف، آنیوالا مہمان، پڑوسی، شریک ساجھی، داماد، باپ کی طرف سے رشتہ دار جیسے چچا یا چچا زاد بھائی، انعام دینے والا، انعام دیا جانے والا، آزاد کردہ غلام، غلام، تابع پیرو، غلام آزاد کرنے والا۔ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۹۰۰)

آیتِ مذکورہ میں مولیٰ سے مددگار اور کارساز مراد ہے۔ دیکھئے جلالین (ص ۲۴۸) وغیرہ

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ ہوں تو علی اُس کے مولیٰ ہیں۔ اس حدیث میں مولیٰ سے پیارا مخلص دوست اور محبوب مراد ہے۔

۲: تقدیر برحق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے نفع و نقصان کو پہلے سے لکھ رکھا ہے۔

۳: صرف اللہ ہی مشکل کشا ہے۔

۴: مصیبت پر صبر کرنا اہلِ ایمان کا امتیازی نشان ہے۔

۵: مومنین کا یہ طرزِ عمل ہونا چاہئے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر ہی توکل اور بھروسہ کریں۔ قرآنِ مجید میں آیا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو تمھیں اللہ پر ہی توکل کرنی چاہئے۔ (دیکھئے المائدہ:۲۳)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہی (اللہ) اس کے لئے کافی ہے۔ (الطلاق:۳)

ابن المجد د

سیدنا جُلَیبِیب رضی اللہ عنہ

سیدنا انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جُلَیبِیب (رضی اللہ عنہ) کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری سے بات کی کہ وہ اپنی بیٹی کا رشتہ جلیبیب کو دے۔ انصاری نے کہا: میں اس لڑکی کی ماں سے پوچھ لوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اچھی بات ہے۔ پھر وہ انصاری صحابی اپنی بیوی کے پاس گئے تو اُسے یہ بات بتائی۔ اُس نے کہا: اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوسکتا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف جلیبیب ہی ملا تھا، ہم نے تو فلاں اور فلاں کو بھی اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں دیا؟ لڑکی پردے میں سُن رہی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینے کے لئے انصاری صحابی روانہ ہوئے تو لڑکی نے کہا: کیا تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم رد کرتے ہو؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہیں تو یہ نکاح کردو۔ گویا کہ لڑکی نے اپنے والدین کے لئے مصیبت اور پریشانی کو دُور کردیا۔ ماں باپ دونوں نے کہا: بچی نے سچ کہا ہے۔ پھر لڑکی کے والد نے جاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا: اگر آپ راضی ہیں تو ہم راضی ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''بے شک میں (اس نکاح پر) راضی ہوں۔'' تو اُس (انصاری) نے اپنی لڑکی کا جلیبیب (رضی اللہ عنہ) سے نکاح کر دیا۔ پھر ایک دفعہ (دشمن کے حملے کی وجہ سے) مدینے (والوں) میں خوف پھیل گیا تو جلیبیب (رضی اللہ عنہ) سوار ہوکر باہر نکلے پھر لوگوں نے دیکھا کہ جلیبیب (رضی اللہ عنہ) شہید ہو چکے تھے اور اُن کے اردگرد بہت سے مشرکین مرے ہوئے پڑے تھے جنھیں جلیبیب نے قتل کیا تھا۔ انس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے اس عورت (جلیبیب کی بیوی) کو دیکھا تھا، وہ مدینے کی سب سے زیادہ خرچ کرنے والی عورتوں میں سے (یعنی بہت امیر اور سخی) تھی۔ (مسند احمد ۳/۱۳۶ ح ۱۲۳۹۳، وسندہ صحیح)

یہ وہ خوش قسمت صحابی ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اُس نے سات کو قتل کیا پھر انھوں (کافروں) نے اسے قتل کیا، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں'' پھر آپ نے اس کے جسم کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھا لیا۔ (صحیح مسلم: ۲۴۷۲)